

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224322

UNIVERSAL
LIBRARY

جلد - ۱۰

نظارہ پرستان

نامی مصنف پینالڈس کا زبردست ناول

اس مصنف کے حسب ذیل ناول بھی ملاحظہ فرمائیے

وٹانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) باپ کا قاتل - خونی تلوار وغیرہ

مصنف

منزجم

جارج ڈبلیو۔ ایم ریپنالڈس تیرتھ رام فیروز پوری

اگر آپ اب تک انٹرائل کے مستقل خریدار نہیں بنے تو ہم سالانہ ادوار کے اب بن جائیں
اتنی بڑی ایک جلد ماہوار حاضر خدمت ہوتی رہیگی

لال برادر س

مقام اشاعت - ڈیرہ دون

صدہدفاتر - ۷ پار سنز روڈ ٹولکھا لاہور

پانچ پریس دہلی میں باہتمام سوامی رامانند سنیا سی جی اور لال برادر س ڈیرہ دون میں

اشاعت اول

قیمت عدد

حقوق محفوظ

رینالڈس کا بلند ترین ناول مسٹر زرافہ لندن

اردو ترجمہ شعیب شیر محمّد رام صاحب فیروز پور کی قلم سے

سلسلہ ثانی

سلسلہ اول

رینالڈس کے معرکہ آرا ناول مسٹر زرافہ لندن کے دو سلسلے ہیں۔ بایں کہنا چاہیے کہ دوسرا سلسلہ میں جنہیں اس نام سے شائع کیا گیا ہے سلسلہ فی سلسلہ اول کے کئی ناقص مضامین بالکل مختلف ہیں۔ ناول کا ہر جدا گیر کٹر الگ اور پلاٹ بالکل علیحدہ ہے۔ مگر عجیبی اور سحر نگاری کا اعتبار سے سلسلہ... اگر ممکن سمجھا جائے... تو سلسلہ اول پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ کی ایک انتہائی خاصیت یہ ہے کہ جہاں سلسلہ اول میں ایک طبقہ کی برائیاں لکائی ہیں وہاں اس میں ان کی خوبیوں کو بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے یہ ثابت کیا ہے کہ دولت ہر حال میں انسان کی فطری خوبیوں کو تلف نہیں کر دیتی۔ اور آدمی میں فیاضی اور شرف کا جو ہر موجود ہو تو وہ اپنی ثروت کو دنیا کی بہتری کے لئے کیونکر صرف کر سکتا ہے۔

۱۵ جلدوں میں مکمل صفحات ۴۹۶۴ صفحات

زیادہ قیمت ۱۵ روپے محمولہ ڈاک الگ
جدا جدا حصے بھی طلب کیے جاسکتے ہیں۔ ہر حصہ
قیمت ۱۲ روپے اور عداوہ محمولہ ڈاک ہے۔

رینالڈس کے ناولوں میں سب سے دلچسپ عبرت خیز قابل ملاحظہ ہے اس میں نیکی اور بدی کے دو ملتے سمین کئے ہیں۔ اور دونوں جان ایک ہی وقت میں ان دونوں طرحوں پر ایک ہی منزل مقصود کا ہدایتی کی طرف مدد دیتے ہیں۔ پہلی دستہ راگنڈ اور پرستو مقامات سے گزر رہی ہے۔ مگر اس کے لئے جا بجا آسانی فروغ دے موجود ہیں۔ دوسری سیدھی دھندلوان اور بظاہر شاداب مگر چھنے والے کے لئے ہر قسم کے خطرات سے پر ہے۔ مصنف یہ لکھنا چاہتا ہے کہ باوجود ہر قسم کی صعوبتوں کے نیکی کی شاہراہ ہی انسان کو منزل مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہوتی ہے۔

یہ اس ناول کا خاص پلاٹ ہے مگر فوری طور پر اس قدر متفرع ایسے عجیبے اتنے حیرت خیز گیر کٹر شامل کئے گئے ہیں کہ انسان پڑھتا ہے مگر سیر نہیں کرتا۔ ۱۶ جلدوں میں مکمل صفحات ۴۴۸۸ صفحات

زیادہ قیمت ۱۵ روپے محمولہ ڈاک الگ
جدا جدا حصے بھی طلب کیے جاسکتے ہیں جلد اول کی قیمت ۱۲ روپے اور باقی ہر حصہ کی ۱۲ روپے اور عداوہ محمولہ ڈاک ہے

لال برادر س۔ پارسز روڈ نو لکھا لاہور

اگر اب تک اس ناول کے مستقل خیر نہیں بنے تو ہم کا سنی آرڈر بھیج کر اب بن جائیے
سال بھر تک اتنی بڑی ایک جلد مامور حاضر خدمت ہوتی رہے گی

دسویں جلد

نظارہ پرستان

جارج ڈبلیو ایچ پینالڈس کا زبردست ناول

تیرتھ رام فیروز پوری

مترجم ضامن لندن، خوشی تلواری وطن پرست غیرہ

۱۹۲۵ء

لال پرادرس

پیرہ وین

مکتبہ دفتر پارسنز روڈ، نوکھیا، لاہور

حقوق محفوظ

قیمت ۷

اشاعت اول

دود و باتیں

ناظرین دیکھیں گے اس جلد کی ضخامت سابقہ جلد سے بھی زیادہ ہے۔ اور ہم انہیں یقین دلانا ہیں کہ اس رفتار کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ بڑھایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کی طرف سے تحریک و امداد کا سلسلہ جاری ہے۔ مگر فی الحال آثار اُسے فطرت سے ہی ہمارے کرمفرادوں کی کوششوں پر اس قدر دلی ضروری عموماً برکھتا کرتی ہے۔ اور یہاں کہنے آتے ہی ہمارے کرمفرادوں کی کوششوں پر اس قدر دلی وی۔ چنانچہ ماہ نومبر میں کسی صاحب نے کوئی نیا خریداری نہیں دیا۔ گویا وہ ایک ایک دود و خریداریوں کا سلسلہ بھی رک گیا۔ چلتے چھٹی ہوئی۔

کسی لمبے سلسلہ کے خریداریوں کا پرتے رہتا یعنی بعض کا خریداری ترک اور بعض کا قیام کرنا ایک عام بات ہے۔ مگر جس بھی کو ہم کسی غلطی کے باوجود آج تک نہیں سمجھے یہ ہے کہ بعض حضرات عرصہ خریداری میں تو ہمارے بہترین مشفق۔ ہمارے سچے محسن بنے رہتے ہیں۔ ان میں اکثر اپنے قیمتی ستوروں اور بعض توسیع افلاحت سے بھی امداد فرماتے ہیں۔ مگر جیسے ہی ان کی میعاد خریداری ختم ہوئی۔ اور دنیا وی بپا گیا۔ وہی دیرینہ کرمفراد و دودوں کو خریداری پر مائل کیا کرتے تھے۔ ہر طے سکون و اطمینان کے ساتھ انکار دینی کا حوصلہ شکن لفظ لکھ کر پیکٹ واپس کر دیتے ہیں۔ اور پھر ایسے دیکھتے ہیں کہ لاکھ وجہ پوچھو نہ اسے برنجیر و۔ اس حکمت عملی کی تیس کچھ بھی لازم ہو۔ بہر حال سب خریداریوں سے ہمارا مود و بانہ انتہا ہے کہ جو صاحب کسی وجہ سے کسی موقع پر خریداری ترک کرنے کو تیار ہوں۔ وہ ارادہ کرم میعاد ختم ہوتے ہی ایک کارڈ کے ذریعہ اپنے ارادہ سے مطلع کر دیا کریں۔ اس کا انتظار نہ کریں کہ کب وی۔ بپا آئے اور اسے انکار ہی لکھ کر واپس کیا جائے۔ ان کا یہ احسان سابقہ مروتوں سے یقیناً فائق ہو گا۔

ہر ممکن انتظام کے باوجود کچھ جلدوں کا ذخیرہ میں کم ہونے رہا ایک طے شدہ امر ہے اور چونکہ ہمیں کارکنان ڈاک کی تربت پر حاشا و کلاشات نہیں۔ اس سلسلے یہ راز قدرت کے بعض ناقابل حل اسرار میں شامل ہو چکا ہے۔ کہ ایسی جلدیں کہاں جاتی ہیں۔ لیکن خریداریوں کے درخو است ہے کہ وہ عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کی تا تاریخ تک دے دیا کریں۔ یہ درخواست کچھ نئی نہیں ہے۔ مگر چونکہ عملی طور پر اسے اب تک شرف قبول حاصل نہیں ہوا۔ اور شکایتی خطوط بہرہ و دود و مین ماہ پیر آرہے ہیں اس سلسلے بار بار اعدا کیا جاتا ہے۔ یقیناً سب صحابہ بھی رٹے نوٹ کر رہیں گے۔

نظارہ پرستان

دسویں جلد

باب - ۴۴

شعلہ عشق

میلیم ایجلیک کو راجکاری انداز سے ملے تین تہنہ گزر گئے۔ پر قصراوک لینڈس کی سیر کی تجویز جو اس نے پیش کی تھی۔ اب تک پوری نہ ہوئی۔ واقعہ میں اس تاخیر کا باعث یہ کار عورت کی سہل پسندی یا کاہلی نہ تھی۔ بلکہ وجہ یہ ہوئی کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ ایک ضروری کام سے شہر کے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے اسے ان سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا۔ چنانچہ اس مضمون کا ایک معذرتی خط بھی اس نے راجکاری انداز سے نام مغربی پوشش کی ان چیزوں کے ساتھ بھیج دیا تھا جو اسکی فرمائش پر تیار کی گئی تھیں۔

ادھر کرسٹینا اور دوکی اس ملاقات کو بھی تین تہنہ گزر گئے جس میں اول الذکر کو اچھی طرح معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اس کی سہیلی اس پر زور جاذبہ محبت سے بے خبر نہیں جو اس کے مشہور کو چھوٹے ہے۔ اسی دن سے کرسٹینا بہت ادا اس رہتی تھی۔ مگر اس کے باوجود اس نے راجکاری انداز سے اپنے خیالات کو چھپائے ہی رکھا۔ اس میں شک نہیں اندر آنے دو تین بار اس افسردگی کی وجہ پوچھی۔ مگر کرسٹینا ہر موقع پر مال دیتی تھی۔ پھر بھی یہ بات راجکاری سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔ کہ وہ کسی نامعلوم وجہ سے متفکر و ملول رہتی ہے۔

ایک دن جب کرسٹینا رکجاری کے آراستہ کمرہ نشست میں اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی اندرانے اس کی طرف فیاضانہ ہمدردی سے دیکھتے ہوئے، نرم آواز سے کہا "پیارے کرسٹینا ضرور کوئی خاص واقعہ تمہارے اس رنج و ملال کا باعث ہے۔ تمہاری صورت کچھ دیتی ہے کہ ایسا سبے پس کیا وجہ تم اس کا حال مجھ سے چھپاتی ہو؟ میں انہیں بہن کی طرح سمجھتی ہوں اور مجھے ہر حال میں تمہاری بہتری منظور ہے۔ اس لئے مجھ سے کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کرو۔"

"تاؤ میں اس بہرانی کے لئے آپ کی تہ دل سے ممنون ہوں۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔ اس سے پہلے بھی آپ نے مجھ پر کچھ کم عنایات نہیں کیں۔ آپ کے زیر سایہ رہ کر میں ہر طرح خوش ہوں..."

"نچر کیا بات ہے کہ تم ہر وقت غمگین نظر آتی ہو؟" لہجہ رکجاری نے سوال کیا۔ کیا نہیں ان لوگوں کی یاد بقرار کر رہی ہے جو لیدی آکٹیوین میریڈیٹھ کے مکان پر ملا کرتے تھے؟...

"نہیں بانو اب نہیں ہے۔" کرسٹینا نے جلدی سے جواب دیا۔ آپ کے دُلف و کرم نے اپنے بیگانہ کی یاد دلت ہوئی دل سے محو کر دی ہے..."

"مجھے معلوم ہے تم کبھی جھوٹ نہیں کہتی ہو۔" اندرانے کہا۔ "اس لئے تمہارے جواب سے میرا اطمینان ہو گیا۔" پھر وہ مسکرا کر کہنے لگی۔ "علاوہ بریں میں دیکھتی ہوں تم ہر وقت مصروف رہتی ہو اور مصروفیت فکر و غم کی دشمن ہے۔ فی الحقیقت تمہیں اپنے لئے کام پیدا کرنا خوب آتا ہے۔ ذرا فرصت ہو تو او نہیں سکو نہ کو صحیح انگریزی ہی سکھانے لگتی ہو۔ کیوں مگر اس طرح کے کام تم پر بوجھ تو نہیں ہیں؟"

"جی نہیں۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "سکول کو تحصیل علم کا سچا شوق ہے۔ اس لئے میں اسکی تعلیم سے بہت خوش ہوتی ہوں۔ اس شوق علم کا حال مجھے یہاں اتنے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ اور میں نے اسے پراہلنے کا فرض اپنے فرضی سے اپنے ذمہ لیا ہے۔ یوں تو وہ پہلے ہی انگریزی میں گفتگو کر سکتی تھی۔ مگر پڑھنا نہیں جانتی تھی۔ اب آپ کسی روز اس کا امتحان لیں تو میری کوششیں کا نتیجہ بے حقیقت ثابت نہ ہو گا۔"

"واقعی سکو نہ ایک ذہین عورت ہے۔" اندرانے تسلیم کیا۔

"اتفاق سے وہ بھی جیسا کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس موقع پر وہیں آگئی۔ اور اب ان تینوں کے مجموعہ سے اس کمرہ نے وہ سامان دلگیری حاصل کر لیا جس کے نظارہ سے کسی عابد کہن سال کے منہ میں بھی بانی مبر آتا۔ رکجاری اندر اپنے شاندار شرفی لباس میں جو اس کے جلوہ بے پناہ کو

نمایاں کرتا تھا۔ صبح نے پرواز:۔ سگوندہ صبح کا جالستان منظر پیش کرتی ہوئی مودب ناصصلہ پڑا تھا اور نازنین کرسٹینا، عفت و عصمت کی روح پروردہ تصور ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی۔ قیون کا عجیبہ۔ ہم پھر کچھ ہیں ایسا دیدہ زیب تھا کہ کوئی نامی تصور اس کا عکس لینے کی کوشش میں ساری عمر بسر کرنا باعث افتخار سمجھتا۔

اس کے قریب ایک ہفتہ بعد کرسٹینا اسی جگہ کے ایک اور کمرہ میں بیٹھی ہوئی سگوندہ کو انگریزی پڑھانے میں مصروف تھی۔ اس موقع پر ہندوستانی نازنین کو حسین انگریز عہد شیرازہ کے سامنے نہ انوے ادب کے انگریزی سیکھنے کی کوشش کرتے دیکھنا واقعی ایک دلخیز نظارہ تھا وقتاً فوقتاً کرسٹینا اس کی بیاد کی موزوں لفظوں میں تدریس کرتی۔ تو مشرقی حسین کی چمک آٹھنوں میں اپنی ترقی کے خیال سے استوار و سرت کی تیز روشنی پیدا ہو جاتی تھی۔

رات ہوئی تو کرسٹینا اپنے کمرہ میں تنہا بیٹھی ہوئی تھی۔ سارے دن بچا چلے تھے۔ مگر ابھی تک سونے کے لئے بٹک پر نہیں لیٹی تھی۔ وہ سنگھار کی میز کے پاس بیٹھی اپنے پیسے سیاہ بانوں میں گنگھی کر رہی تھی کہ رفتہ رفتہ دماغ اس کام سے ہٹ کر بعض اور خیالات پر اتنا مرکوز ہوا کہ بے خبری میں دونو ماٹھ گھٹنوں پر ٹک گئے۔ گنگھی فرش زمین پر گر گئی۔ اور کھٹے ہوئے بال بہنہ شانوں اور پیٹ پر خم کھا کر کمرے نیچے تک ٹپکنے لگے۔ اس وقت کرسٹینا کے خیالات کئی بانوں کی طرف لگے ہوئے تھے۔ ایک جانب اپنی خلیق اور نیک نہاد پہلی زد کا خیال تھا۔ جس کی نسبت وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ کہ اس نے میری خاطر اپنے محبت کو دہنے میں اپنا عظیم کا ثبوت دیا ہے۔ وہ جانتی ہے میرے شوہر کو ایک غیر عورت سے محبت ہے۔ لیکن میری دجی کے لئے اس کا ذکر منہ پر نہیں لاتی۔ اسی سلسلہ میں اسے اس عشق کا بھی خیال آیا جو لارڈ آکٹیون کو اسکی اپنی ذات سے تھا۔ اس عشق کو یاد کر کے اس نے اپنے دل میں غصہ اور ناراضی پیدا کرنے کی بہت کوشش کی مگر جس احساس کو خود دست قدرت نے پیدا کیا۔ اور پالا ہو۔ اسے اس آسانی سے دانا ممکن نہیں۔ رفتہ رفتہ اسے اپنے بھائی کا خیال آیا جس کے ماتھے سے ارل آف لیسٹر کی ملازمت جاتی رہی تھی۔ اور اب تک روزگار کو انہی صورت پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور سب کے آخر اسی سلسلہ میں بد نصیب ارل آف لیسٹر کا پرامر قتل یاد آیا جسے سوچ کر بے اختیار اس کا بدن کانپنے لگا۔

بہت دیر تک وہ اپنی تفکرات میں غرق چپ چاپ بیٹھی رہی۔ آخر جب ان خیالات کا سلسلہ ختم ہوا۔ اور اس نے معلوم کیا۔ کہ میں کیا کرنے بیٹھی تھی اور کس فکر میں محو ہو گئی۔ تو

اس نے راجکاری اندر کی دی ہوئی خوشنما چھٹی گھڑی نکال کر وقت دیکھا۔ گیارہ بجھی کے بج چکے تھے اس نے جلد جلد لباس پہنا۔ اور اس کے قریباً پانچ گھنٹہ بعد پلنگ پر دروازہ ہونے کو تیار ہو گئی۔ مگر شمع گل کرنے کے لئے فاقہ بڑھایا ہی چاہتی تھی کہ معلوم ہوا کوئی شخص دبے پاؤں اس زمین پر چل رہا ہے۔ جو بالاحالہ کی طرف جاتا تھا۔ آواز اتنی ہلکی اور خفیف تھی۔ کہ کوئی ذکی احس آدمی ہی اس کو سن سکتا تھا۔ اس سے کرسینا کو یقین ہو گیا۔ کہ چلنے والا قصداً اس آہستگی سے قدم اٹھا رہا ہے۔ آواز سن کر اس پر ایک مبہم خوف طاری ہو گیا۔ اور اسے فوراً اس خط کا مصحفون یاد آیا۔ جو مسٹر ریڈ کھف نے قریباً تین ہفتے پیشتر اعتدیا طرہ راجکاری اندر اس کے نام لکھا تھا۔ اگر ہر گز ناظرین اس خط کا مصحفون نہیں بھولے۔ تو انہیں یاد ہو گا۔ کہ مسٹر ریڈ کھف نے اس کے ذریعہ اطلاع دی تھی۔ کہ کچھ بد فطرت لوگ راجکاری اندر آیا خادمہ سگوندہ کو دام فریب میں پھنسنے کی فکر کر رہے ہیں۔ پاک باطن کرسینا! چونکہ اپنی نا تجربہ کاری اور دنیاوی نشیب و فراز کی لاعلمی کے باعث اس بات کو نہ سمجھنے سے قاصر تھی۔ کہ وہ دام فریب کیسا ہو گا۔ اس لئے اب ان ہلکی آوازوں کو سن کر وہ بہت خنجرہ ہوئی۔ بند دروازہ کے پاس جا کر اس نے سانس روکتے ہوئے چاہ بھوڑ سننے کی کوشش کی۔ مگر صرف اتنا معلوم کر سکی۔ کہ کوئی شخص دبے پاؤں بیڑیوں کی راہ سے بیچے آرہا ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد یہ آواز بالکل بند ہو گئی۔ اس نے دل کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ شاید سگوندہ یا کوئی اور نوکرانی کسی کام پر نیچے جا رہی ہے۔ مگر فوراً خیال آیا کہ آخر اتنا دبے پاؤں چلنے کی کیا حاجت تھی؟ اگر یہ سمجھا جاتا کہ ترننے والے کو میکینوں کی نیند خراب نہ کرنے کا خیال ہے تو جواب میں یہ حقیقت موجود تھی کہ ابتدائی حصہ شب میں اسی بہت کم ضروری سمجھی جاتی ہے۔ ممکن تھا کرسینا کے اضطراب و پریشانی کا باعث یہ ہو کہ وہ تھوڑی دیر پہلے ایل آف لیسز کے پراسرار قتل کے واقعہ پر غور کر رہی تھی۔ اور اس واقعہ کی یاد نے ہی مسٹر ریڈ کھف کے خط سے ملکر اس کے دل میں کسی مبہم خطرہ کی نسبت بے حقیقت مندی پیدا کر دیے ہوں۔ بہر حال صحیح وجہ کچھ ہے۔ کرسینا کی موجودہ پریشانی میں کلام نہ تھا۔

اس نے دڑتے دڑتے دروازہ کھولا۔ اور پھر کان لگا کر سننے لگی۔ مگر اب ہر طرف خاموشی تھی۔ ایک بار جی میں آئی۔ کہ واپس جا کر پلنگ پر بیٹ جاؤں۔ مگر دروازہ بند کیا تھی کہ خوف کا احساس زیادہ زور کے ساتھ تازہ ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ موجودہ حالت میں اطمینان حاصل کئے بغیر نیند ناممکن ہے۔ بہت دیر تک وہ پھراس ہوئی آواز کو سننے کی کوشش کرتی رہی

نگراب ہر طرف سناٹا تھا۔ اسی طرح پاؤں گھنٹہ گدڑ گیا۔ اور اب اس نے سوچا کہ راجھا راجی کے کمرہ میں جا کر کم از کم انگو سب حالات سے خبردار کر دینا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ اگر آواز فحشی ثابت ہوئی اور میرے اندر بیٹے بے بنیاد نکلتے۔ تو مجھے ان کی نظروں میں تنصیف ہونا پڑے گا۔ دوسری صورت یہ تھی کہ ماماؤں کے کمرہ میں جا کر معلوم کیا جائے۔ کیا سب آرام سے سو رہی ہیں؟ کیونکہ اس خیال کو وہ بڑی کوشش کے باوجود دل سے خارج نہ کر سکی۔ کہ آواز جو سنائی دی وہ صرف بے پاؤں نیچے اترنے کی تھی۔ پھر اوپر چڑھنے کی سنائی نہیں دی۔ لباس شب خوابی پر ہلکی چادر اوڑھ کر وہ جاتی ہوئی سنع لڑکتے میں لئے اس طرح پاؤں دبا کر اوپر چڑھنے لگی۔ گویا رات کی تاریکی میں کوئی روح اپن قدیم مسکن دیکھنے جا رہی تھی۔ اوپر گئی تو دیکھا۔ کہ ساؤنہ کے کمرہ کا دروازہ کھلا ہے۔ مگر وہ آپ موجود نہیں۔ خیال آیا وہی ہوگی۔ مگر پھر سوچا کہ اسے اتنا آہستہ چلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور وہ اس وقت کہاں گئی ہوگی؟ اس سلسلے میں یہ بھی خیال آیا کہ ممکن ہے وہ بیدار ہو۔ اور محض اس خیال سے پاؤں دبا کر اترتی ہو۔ کہ راجھا راجی کی نیت میں خلل نہ آجائے۔ اس لئے اندر کے کمرہ نشست کی طرف نظر ڈالی۔ معلوم ہوا اس کا دروازہ کھلا ہے۔ پس وہ اس طرف کو روانہ ہوئی۔ اندر روشنی تھی۔ قریب جا کر اس روشنی میں اس نے دیکھا کہ سگوندہ اخبار ٹائمز کے پرچوں کی بہت بڑی جلد سامنے رکھے دیکھ رہی ہے۔ وہ اس وقت دروازہ کی طرف پیچھے کے کھڑکی تھی اور اخبار کی جلد میز پر سانسٹا رکھی ہوئی تھی۔ لیکن سگوندہ اس کے منظر عام میں اتنی خوبصورت تھی کہ اسے کرٹینا کے لباس کی سرسراہٹ بھی سنائی نہیں دی۔

دینا دی نشیب بے فراز سے بے خبر حسینہ کے دل میں ساؤنہ کو دیکھ کر سب سے پہلے جو خیال پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ اسے انگریزی سیکھنے کا اتنا شوق ہے کہ اس کے لئے رات کی فیند حرام کرنے سے بھی دریغ نہیں۔ مگر وقتاً وہ ہندوستانی عورت کی اپنی ناقابل فہم زبان میں بعض پُر جویش الفاظ کہتے سن کر رک گئی۔ عین اس وقت سگوندہ جو میز پر جھک کر اخبار دیکھ رہی تھی اسیدہ کی کھڑکی ہو گئی۔ اور اب جو اس نے کسی خیال سے نظر کھٹا کر دیکھا۔ اور اس کی نگاہ سہمی ہوئی کرٹینا پر پڑی۔ تو اس کی آنکھوں سے ہلکی سی طرح ایسی تیز روشنی خارج ہوئی کہ وہ غریب مارے خوف کے کانپ گئی۔ اس کو دیکھتے ہی مشرقی خادوہ کے پیچ ہزاروں پرفون کی مسخری و ڈرگمی جو موجودہ حالت میں سرریٰ اعضہ کی علامت تھی۔ مگر فوراً سنبھل کر اس نے سنبھلتے ہوئے خاموشی کے طر پر اپنی انگلی جنابی ہونٹوں پر رکھی اور کرٹینا کو اشارہ سے اندر بلا کر دروازہ بند کر لیا۔

مس ایشیئن آپ کیوں میرے پیچھے آئی ہیں؟" اس نے اس قسم کے لہجہ میں دریافت کیا۔ جو سرچند مودبانہ تھا۔ تاہم اس سے ایسے استدلال کی بو آتی تھی جو مشکم کی زبردست قوت ارادی پر دلالت کیا کرتا ہے۔ پھر جلد ہی ہی کچھ سوچکر اس نے اخبار کا خاکہ بند کر دیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس حصہ کو جسے پڑھ رہی تھی کرسٹینا کی نظروں سے چھپانا چاہتی ہے۔

سگوندہ مجھے کہو کہ زمین سے اُترنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "مگر جب دوبارہ اوپر جانے کی آواز نہ آئی تو وہ تو دل میں سراپا پیدا ہوا۔ میں یہ دیکھنے اور گئی تھی کہ کبیا معاملہ سمجھ۔ وہاں ہتھکڑی سے لکرہ کا دروازہ کھلا اور تم موجود نہ تھیں۔ خیال آیا۔ شاید تمہیں کچھ تکلیف ہے۔ محض اس خیال سے کہ کچھ حصہ مدد کر سکوں۔ میں تمہارے پیچھے یہاں جلی آئی۔"

سگوندہ اس عرصہ میں تجسس من نظروں سے اس کے چہرہ کو دیکھتی رہی تھی۔ معاملہ ہوتا تھا وہ اسکی روح تک پہنچ کر معلوم کرنا چاہتی ہے کہ اس کا بیان کس حد تک صحیح ہوگا۔ کرسٹینا کی صداقت اس کے بشرہ سے ظاہر تھی۔ اس لیے سگوندہ کا فوراً اطمینان ہو گیا۔

"مس ایشیئن میں آپ کے ایک روایت کے لئے درخواست کرتی ہوں۔" آخر کار اس نے کہا "جو یہ ہے کہ راجا کی سہ اس کا ذکر نہ کیجیے۔ آپ نے مجھے ان بڑی کتابوں کو پڑھتے دیکھا تھا۔ وہ خفا ہوں گی، اور اس غیر ملکی میں بہتے ہوئے میں کسی حال میں ان کو ناراض کرنا نہیں چاہتی۔"

"سگوندہ دو شخصوں میں باہمی کدورت کا ذریعہ بننا مجھ کو نا پسند ہے۔" کرسٹینا نے جواب دیا۔ "مگر یہ غیر ممکن ہے کہ کدوری جی محض اتنی بات پر تم سے خفا ہوں کہ..."

"نہیں۔ وہ ضرور ہوں گی۔" سگوندہ نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔

"اس صورت میں تمہیں پہلے ہی یہ سوچنا لازم تھا کہ وہ کام کیوں کیا جائے۔ جس سے ان کی ناراضی کا احتمال ہو۔" کرسٹینا نے ہلکی خفا اس کے لہجہ میں کہا۔

"مس ایشیئن میں اس وقت تفصیل میں داخل ہونا نا پسند ہے۔" سگوندہ نے باصرہ رکھا۔ اور اسکی آنکھوں میں دوبارہ وہی خوفناک پیمانہ چمک پیدا ہو گئی۔ ہر شے کی روشنی کی طرح تیز تھی۔

پھر حال میری درخواست منظور کیجیے۔ اور یقین فرمائیے کہ میں ہمیشہ آپ کی احسان مند رہی گی۔

"خیر تو اطمینان رکھیں اسی کوئی بات نہ ہونے دوں گی۔ جس سے تم کو ضرر پہنچے۔" کرسٹینا

نے جواب دیا۔ ”مگر اس کے ساتھ تم بھی وعدہ کرو کہ پھر کبھی وہ کام نہ کرو گی جیسے تم رہنمائی کے عتاب کا موجب سمجھتی ہو۔“

”میں وعدہ کرتی ہوں“ سگوند نے جلدی سے کہا۔ ”اور ایک بار پھر آپ کی عنایت کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔“

دو دن ایک ساتھ کمرہ سے باہر نکلیں اور بدستور پاؤں دبا کر زمین پر چڑھتی ہوئی اپنے اپنے کمروں کو چلی گئیں۔ مگر کرسٹینا بڑی کوشش کے باوجود اس خیال کو ذہن سے خارج نہ کر سکی۔ کہ راجا کی اندر کے حلم و اخلاق سے اسکی کیونکر امید ہو سکتی تھی کہ وہ محض اس لئے اپنی وفادار خادمہ سے ناراض ہوتیں۔ کہ اس نے ترقی علم کے لئے ان کے اخبارات کا فائل دیکھا۔

صبح کرسٹینا کو زو کا ایک خط موصول ہوا جس میں اس نے درخواست کی تھی کہ دن میں کسی وقت مجھ سے ملنا۔ الفاظ حسب معمول محبت آمیز تھے۔ مگر ان میں لارڈ آکسٹون کا ذکر بالکل نہ تھا۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ میری صحت بدستور خراب ہے۔ اور ڈاکٹر نے تبدیل آب و ہوا کے لئے باہر جانے کا مشورہ دیا ہے۔

خط پڑھ کر کرسٹینا نے دل سے کہا۔ ”اگر حقیقتاً زو کو اس بے نتیجہ الم خیز عشق کا حال معلوم ہے۔ سچو اس کے ستھر کو مجھ بے نصیب سے ہے تو غیر ممکن ہے کہ وہ مجھے اسکی حاضری میں طلب کرے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گھر پر نہیں ہوگا۔ پس میرے دماغ جانے میں کچھ حرج نہیں۔“

اس جگہ ہمیں انصافاً کہنا پڑتا ہے کہ اگر کرسٹینا کو اس کا علم ہوتا کہ لارڈ آکسٹون مکان پر ہوں گے تو وہ یقیناً ہرگز نہ جاتی۔ خواہ اس صورت میں زو کی ناراضی کا کتنا ہی احتمال کیوں نہ ہوتا۔ اس نے وہ خطرہ چکھاری اندر کو دکھایا جس نے اسے جانے کی اجازت دے دی۔ اور اپنی گاڑی بھی پیش کی۔ ریمینٹس پارک میں پہنچ کر کرسٹینا نے دیکھا کہ زو کمرہ نشست میں اکیلے ہے مگر اسکی بدلی ہوئی صورت دیکھ کر اسے سخت صدمہ ہوا۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح زرد رو۔ لاغر اور کسل مند تھی۔ بلکہ اگر ممکن سمجھا جائے تو پہلے سے زیادہ ریفینڈ نظر آتی تھی۔ کرسٹینا کو دیکھ کر وہ بدقت اس صوفے سے اٹھی جس پر اسکی آمد کے وقت وہاں تھی۔

اسکی حالت زہر دیکھ کر کرسٹینا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ وہ بہنہ کی محبت سے ان سے ہم آغوش ہوئی۔ اور گھٹے لگی چپارہی راز۔ تمہاری حالت کیا ہے کیا ہوتی جا رہی ہے؟ معلوم

ہوتا ہے۔ بیماری نے اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔

”ماں بہن مجھے... بیماری سے بہت تکلیف رہی ہے۔“ زونے نے اس شخص کے انداز سے جو رضاۓ الہی پر شکر سوجا دیا، ”مگھیا میں نے اپنے خطا میں کھٹا تھا۔ اب میں تبدیل ہوا ہوں۔ اب اس کے لئے باہر جا رہی ہوں جن سے اجازت حاصل کرنا ضروری تھا۔ انہوں نے منظور کر دی ہے۔ اور اب میں بے تاخیر یہاں سے رخصت ہو جاؤں گی۔“

اس کا اشارہ اپنے والد اور شوہر کی طرف تھا مگر کرسٹینا اس بات کو محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی کہ وہ لارڈ آکٹیوین کا نام لینے سے قصد اکر رہی تھی۔

پھر سلسلہ کلام جاری رکھ کر اس نے کہا، ”میرا ارادہ جنوب مغرب یا اٹلی جانے کا ہے۔ جہاں کی معتدل آب و ہوا شاید سہالی صحت میں مدد دے سکے۔ یا اگر ایسا نہ ہو، اس نے الم خیر قسم کے ساتھ کہا، ”تو پھر جنوب کی خوشگوار سبز پوش زمین میں دفن ہونا یقیناً تن مردہ کے لئے باعث اطمینان ہو گا۔“

”زوہ جان سے بیماری زوہذا کے لئے ایسے شخص کلمے نہ کہہ۔“ اور یہ کہتے ہوئے کرسٹینا کی آنکھوں سے پھر سیلاب اشک بہنے لگا۔ ”تم ضرور صحت یاب ہو گی۔ تم زندگی کی خوشیاں دیکھو گی۔ معلوم ہوتا ہے یہ شخص اس حادثہ کا اثر ہے کہ تم اس طرح کی افسردہ کن باتیں کرتی ہو... آہ! مگر تم روتی کیوں ہو؟“

”کرسٹینا میری عزیز سہیلی۔ تم بھی تو روتی ہو۔“ زونے اس طرح کی پھسکی مہنتی ہنستے ہوئے کہا جیسے برسات کے بادلوں میں بے رنگ دھوپ نمودار ہوتی ہے۔ ”آؤ ہم ایک دوسرے کی تسکین کی کوشش کریں۔ جانے سے پہلے میں شاید پھر تم سے نہ مل سکوں۔ اس لئے آج تمہیں الوداع کہنے کو تکلیف دی ہے۔ اور میں خوش ہوں کہ تم نے انکار نہیں کیا... مگر میں تمہیں ایک رخصتی تحفہ پیش کرنا چاہتی ہوں۔ ذرا ٹھہر دو کہ جا کر لے آؤں۔“

یہ کہہ کر لیڈی آکٹیوین میریڈیہ صوفے سے اٹھی۔ اور آہستہ چلتی ہوئی کمرہ سے رخصت ہوئی کرسٹینا نے دیکھا کہ اس کی ساری حرکات سے کسل و ماندگی کا اظہار ہوتا تھا۔ اس سے اس کے دل کو سخت عدم ہوا۔ اور خیال آیا کہیں اسکی صحت اتنی خراب نہ ہو گئی ہو کہ اصلاح کی کوئی امید نہ رہے۔ لیڈی آکٹیوین کو گئے قریب دو منٹ گزرے تھے۔ کہ یکایک دروازہ کھلا۔ اور لارڈ آکٹیوین میریڈیہ داخل ہوا۔ اس کی صورت سے جوش اضطراب اور انداز سے وحشت بڑھتی

تھی۔ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھتا ہوا اس نازنین کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ ”کرستینا میں نیم باگل ہو رہا ہوں۔ کچھ شک نہیں میری فرشتہ خصلت بی بی کو اس عشق کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ جو مجھے تم سے ہے۔ اور جس کی آگ میرے بدن کو جلا کر خاک کر رہی ہے۔“

”آکٹیوین کو دیکھ کر کرستینا بہت گھبرائی۔ اور اس کی بے جوڑ باتوں سے اور زیادہ پریشان ہوئی۔ مگر جلد ہی سنبھل کر اس نے مرتعش آواز سے کہا۔ ”مائی لارڈ میں التجا کرتی ہوں مجھ سے ایسی باتیں نہ کہئے۔ ان سے آپ کی نیک نہاد بی بی کے اقوام میں فرق آتا ہے جسے آپ نے بجا طور پر فرشتہ خصلت کہا ہے۔“

”مگر کرستینا۔ جو میں کہتا ہوں تو سننا تمہارا فرض ہے۔“ آکٹیوین نے جو اس وقت سخت جوش کی حالت میں کہا۔ آخر تم میرا کیا نہ سنو گی تو کون سنے گا؟ تمہیں اس کی عزیز جان ہسپی۔ اور اس کی منہ بولی بہن ہو۔۔۔“

”مائی لارڈ اتنی دھم سے جو آپ نے بیان کی ہیں۔ میرے لئے غیر ممکن ہے۔۔۔“
”دیکھ کرستینا۔ ایسی سنگدل نہ ہو۔ تمہاری سر دہری یقیناً مجھے ہلاک کر دے گی جس طرح دل کو دل سے راہ ہے۔ اسی طرح عشق کو عشق سے راہ ہوتی ہے۔ اور میرا جذب دل کہتا ہے کہ تم حقیقتاً اتنی پیہر نہیں ہو جتنا ظاہر کرتی ہو۔۔۔“

”صاحب معاف کیجئے۔ معاف کیجئے۔ میں اس سے زیادہ نہیں سو سکتی۔“ کرستینا نے جس کے رخسار شرم سے سرخ ہو رہے تھے۔ گھبرا کر کہا۔ اور وہ دروازہ کی طرف جانے لگی۔

مگر آکٹیوین رستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور بولا۔ ”خدا کے لئے بھیکو۔ اگر اس طرح پکا پکا جلی جاؤ گی۔ تو زواہی وجہ پوچھنے گی۔ اور مجبوراً تمہیں کہنا پڑے گا کہ آکٹیوین نے مجھ سے گستاخی کی تھی۔ ذرا سوچو اس سے اس کے دل خیر ورج کو کتنا بھاری عہدہ ہوگا۔“

”آلہی! تجھے کن شکایات کا سامنا ہے؟“ کرستینا نے پریشان ہو کر کہا۔ اسکی اپنی صورت سے شہت برپا تھی۔ اور صاف نظر آتا تھا کہ وہ نہیں جانتی اسے کیا کرنا چاہیے۔

”کرستینا سچ جانو۔ اپ میرا دل قابو نہیں ہے۔ لارڈ آکٹیوین نے جلدی سے کہا۔ اس لئے میں تمہارے سامنے یہ لہجہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ میں دیکھتا ہوں اس انسان صورت فرشتہ کی طرف سے میرے لئے ایسا عظیم عمل میں آ رہا ہے۔ وہ جانتی ہے کہ میرا شوہر کسی اور کو چاہتا ہے۔ مگر کسی لفظ یا اشارہ تک اسے اس بات کو ظاہر نہیں کرتی۔ اور اب کہ وہ شبہ ل

ہوا کے لئے باہر جا رہی ہے۔ وہ مجھے ساتھ لے جانے کو بھی تیار نہیں...“

”مائی لارڈ!“ کرسٹینا نے پر جوش لہجہ میں کہا۔ ”یہ سخت بے انصافی۔ نہیں صریح ظلم ہوگا کہ آپ اپنی بی بی کو جس کی صحت محض آپ کی بے اعتنائی سے برباد ہوئی ہے۔ اور شاید کبھی اصلاح نہ کر سکے۔ کسی غیر ملکی بھی تنہا جانے دیں۔“

”خدا گواہ ہے کہ میں نے اس کے لئے بے حد التجا کی ہے۔“ میریڈیٹھنے مساوی جوش ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا۔ ”مگر وہ نہیں مانتی۔ ہر بات میں صمیم و فرمانبردار ہونے کے باوجود میں دیکھتا ہوں۔ اس ایک معاملہ میں اس کا استقلال زبردست ہے۔ مگر آہ! دیکھو تو وہ اپنی طبی فیاضی اور عظیم کثادہ دلی سے کیا کیا عذرات سوچتی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ اگر تم ساتھ جاؤ گے تو سفر موجب تفریح ہونے کی بجائے باعث تکلیف ہوگا۔ کیونکہ مجھے ہر وقت اس کا خیال رہے گا کہ تم ایک بے رحم قیدی کی طرح بے فائدہ مجھ بیمار کے ساتھ بندھے ہوئے ہو۔ میں نے بہت سہجایا مگر وہ نہیں مانتی۔ یہاں تک کہ اب اس نے اپنے باپ کو بھی اس پر رضا مندر کر لیا ہے کہ کیسی ہی اس سفر پر روانہ ہو...“

”مائی لارڈ!“ کرسٹینا نے جلدی سے کہا۔ ”اگر آپ اس حالت میں زور کے ساتھ نہ گئے۔ تو یاد رکھیے آپ ایک ایسی بے رحمی کے مرتکب ہوں گے۔ جو حد درجہ قابل نفرت سمجھی جائے گی...“

”تمہارے نزدیک؟“ نوجوان امیر نے فطوح جوش سے گلوگیر آوازیں کہا۔ ”آہ کرسٹینا اگر تمہاری سردہری نے نفرت کی صورت اختیار کرنی تو پھر میرے لئے ایک پل جینا حرام ہوگا اس لئے میں یقیناً خودکشی کر لوں گا۔“

”مائی لارڈ!“ کرسٹینا نے چیخ کر کہا۔

”میں سچ کہتا ہوں۔ پھر زندہ کی بے سود ہوگی۔“ میریڈیٹھنے حالت صغراب میں اپنے گنگھان بھڑورے بالوں کو پیشانی سے ہٹاتے ہوئے کہا۔ ”تم نہیں جانتی ہو کہ اس وقت کے بعد جب میں نے تمہیں آخری بار دیکھا تھا۔ تین ہفتہ کا عرصہ میرے لئے کس اذیت سے بسر ہوا ہے خدا گواہ ہے کہ میں نے زور سے محبت کرنے اور تمہاری تصویر کو دل سے نکالنے کی بہت کوشش کی ہے...“

”مائی لارڈ شادی شدہ مرد کی حیثیت میں آپ کے الفاظ میرے لئے باعث توبہ ہیں مگر کرسٹینا نے کہا۔ ”سخت افسوس ہے کہ آپ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کہ میں آپ کی فرستہ مخلصیت

بی بی کی دلزاری کے خوف سے کہیں جانیں سکتی۔ ان باتوں کی جرأت کر رہے ہیں۔ یاد رکھئے آپ کا طرز عمل فیاضی سے بعید۔ بے رحمانہ ہے۔ اور میں التجا کرتی ہوں۔ نہیں حکم دیتی ہوں۔ کہ اب خاموش رہیے۔“

”آہ۔ کر سٹیا۔ تمہارا یہ جلال مجھے اور زیادہ مفتون بنا رہا ہے۔“ نوجوان امیر نے جس کی بہکی باتوں سے حقیقتاً دیوانگی کی پو آتی تھی۔ کہا: ”کہئے میں انسان کو محبت سے دوسرے درجہ پر نفرت عزیز ہے۔ اس لئے اگر تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتی ہو تو میں نفرت ہی قبول کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ تمہاری سرد مہری سے لاکھ درجہ اچھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی کرٹینا میں پھر التجا کرنا ہوا کہ میرے طرز عمل کو اس سختی سے نہ دیکھو۔ آخر میرا قصور کیا ہے؟ محض یہ کہ مجھ اپنے جذبات پر قابو نہیں؟ محض یہ کہ میں تمہارا پرستار ہوں؟“ پھر یکایک نرم لہجہ اختیار کر کے اس نے کہا: ”سچ کہتا ہوں۔ میں نے رزق کی نسبت اپنا فرض پورا کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اسکی نیکیوں۔ فیاضیوں اور قوت ایشا رکھ سائے رکھ کر اس سے محبت کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی بھی کوشش کی کہ اس محبت کا ترجمہ میں پیدا ہو جاوے مجھ سے ہے۔ مگر افسوس ان سب کوششوں میں میں بے طرح ناکام رہا۔ پھر کیا میں اس کے لئے ملامت اور سرزنش کا مستوجب ہوں؟ کیا اس کے خلاف میں دنیا کے ایک نہایت بد نصیب۔ سیاہ بخت انسان کی حیثیت میں رحم کا مستحق نہیں؟“

آکٹینو کی اس پرجوش تقریر کا جو اثر نوجوان حسین کے دل پر ہوا۔ اسکی تفصیل غیر ممکن ہے۔ بسکی سیاہ آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس خیال نے اس کی جبا سے دو شیرنگی کو سخت صدمہ پہنچا یا کہ وہ محض اس عشق بے ثمر سے مجبور ہو کر جو اسے مجھ سے ہے۔ اپنی نیک نہا بی بی سے بے اعتنائی کرتا ہے۔ بے شک اسے میری مدد کی حالت زار پر رحم آیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اس کے جذبات نیک نے ہدایت کی کہ ایک شادی شدہ عینر کی زبان سے ایسے کلمات سننا راہ عصمت سے بعید ہے۔ ایک بار پھر اس کے جی میں آئی کہ دوڑ کر کمرہ سے نکل جائے مگر رزق کی دلزاری کے خیال سے رک گئی۔ اسکی حالت ناراضگی۔ اور وہ یقیناً وہیں ایک کرسی پر گر کر روئے لگتی۔ مگر صرف اس خیال سے رک گئی کہ اگر اس وقت رزق آگئی تو کیا سمجھے گی۔ وفتاً اس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا۔

کہنے لگی۔ ”رزق مجھ سے ایک منٹ کا وعدہ کر کے گئی تھی۔ مگر ۲۰ منٹ گزر گئے۔ اور اب تک آپس نہیں آئی۔ کیا عجب اسے کچھ تکلیف ہو۔ اس لئے میں اسکی حالت دیکھنے جاتی ہوں“

”ٹھیکرو۔ ذرا ٹھیکرو“ آکٹیون نے جلدی سے کہا۔ اور اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔
 ”بس مائی لارڈ میں اب نہ ٹھیکروں گی میرا ہاتھ چھوڑ دیجئے۔“ کرسٹینا نے نسیانی غور سے کہا۔

لارڈ آکٹیون سے ہاتھ چھڑا کر وہ کمرہ سے باہر نکل گئی۔ مگر جیسے ہی زمین پر قدم رکھا کسی کے تیزی سے دبے پاؤں اور چڑھنے کی ہلکی آواز سنائی دی۔ کرسٹینا کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ کیا یہ نرک کے اوپر جانے کی آواز تھی۔ جوش مدھچپ کر سب باتیں سنتی رہی تھی؟ جس طرح کوندے کے دو ٹیکنے سے آسمان کی سیاہ چادر ایک دم روشن ہو جاتی ہے۔ اسی تیزی سے نوجوان حسینہ نے اس بات پر غور کیا کہ اس رنجیدہ ملاقات میں آکٹیون میری طرف سے سامنے میرے منہ سے کوئی لفظ ایسا تو نہیں نکلا جو قابل اعتراض سمجھا جائے؟ مگر نہیں جو کچھ اس نے کہا وہی تھا جو اس موقع پر بڑے غور و فکر کے بعد کہا جاسکتا تھا۔ اس کے ہر لفظ سے عصمت پرستی۔ راست شجاری اور بھالی اوسان کا اظہار ہوتا تھا۔ اس خیال سے دوبارہ طاقت حاصل کر کے وہ نرک کے کمرہ کی طرف چڑھنے لگی۔

لیڈی آکٹیون میری طریقہ حسب معمول کسل و ماندگی کی حالت میں ایک آرام کرسی پر بیٹھی تھی اور اس کی صورت سے کسی طرح کا اضطراب یا ناہارہ نہ ہوتا تھا۔

”شائد وہ کسی نوکر کے چہنے کی آواز تھی جو مجھے سنائی دی۔“ کرسٹینا نے دل سے کہا
 ورنہ اس نے سب حال سنا ہوتا۔ تو اتنا سکون اختیار نہ کر سکتی۔

اسے دیکھ کر نرک نے اس ہلکی دردناک آواز میں جو کچھ عرصہ سے اس سے مخصوص ہو چکی تھی کہا۔ ”غریبہن میں تم سے سنا فی پاتی ہوں کہ ایک منٹ کی ہمدست نہ کر آتی تھی۔ اور اب تک آپس نہ جاسکی۔ مگر یہ سب خرابی صورت کا تقصیر ہے۔ جہاں قدم چل کر دم لینے بیٹھ جاتی ہوں۔ تو تھیراٹنے کو جی نہیں جاتا۔ بہر حال یہ چیز ہے جو میں نہیں پیش کرنا چاہتی تھی۔“ اور یہ کہ اس نے ایک نہایت خوشنما تعذیب جس میں اس کے اپنے بالوں کی لٹ بطور یادگار بند تھی۔ پیش کر لی۔

کرسٹینا نے اسے ہاتھ میں لیکر محبت سے بوسہ دیا۔ پھر وہیں دوزخینہ کو بے اختیار وہ کا ہاتھ منہ سے لگا لیا۔ وہ اسے بہت دیر تک چومتی اور آفسوؤں سے دھوٹی رہی۔ اس کے سبکیاں لینے کی آواز صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔ اور گو اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکلا۔ بہر حال یہ خاموشی کسی نہایت موزن تقریر سے زیادہ فصیح تھی۔ اسکی صورت اور انداز

صاف کہہ رہے تھے۔ ”زہ پیاری۔ میں تم سے بہت نادام ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں اتنی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ میں ہی تمہاری علالت کا اصلی موجب ہوں۔ گو خدا جانتا ہے کہ اس میں میرا کچھ قصور نہیں۔“

بہر حال یہ الفاظ کرسٹینا کے منہ سے نہیں نکلے۔ اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ زونے اس انتہائی وزاری کا صحیح مطلب سمجھا یا نہیں۔ مگر فوراً ہی اس نے دونوں بانو کرسٹینا کی گردن میں ڈال کر اسے بہنوں کی طرح چھاتی سے لگایا اور دونوں بہت دیر سب لگیاں۔ بے لے کر روتی رہیں۔ بس یہی ان کی الوداع تھی۔

اس کے بعد جب کرسٹینا دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر ابھاری اندر آ کے بنگلہ کی طرف جا رہی تھی۔ تو اسے بالکل یاد نہ تھا کہ اپنی عزیز سہیلی سے جدا ہو کر میں کس طرح گاڑی تک پہنچی۔ لیکن زونہ کی جہانی اس کے سینہ میں قلق و اضطراب پیدا کر رہی تھی۔ اور یہ خیال رہ رہ کر دل میں تازہ ہوتا تھا۔ کہ مبادا یہ ہماری آخری ملاقات ثابت ہو۔ آخر جب گاڑی بنگلہ پر پہنچی تو وہ سیدھی اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور اس جگہ پلنگ پر اوندھے منہ کر کر بہت دیر تک بیٹھا رہی۔

باب - ۵

ہوس پرست

شام کا وقت تھا۔ اور میڈم اینجلیک اپنے آرائشہ کمرہ میں کھانے کی میز پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سامنے عمدہ شراب کی بوتلیں اور ایشیا کے خوراک رکھی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کسی کی منتظر ہے۔ کیونکہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد گھڑی نکال کر دیکھتی اور اپنے آپ سے کہتی تھی۔ ”اس وقت پر ٹھیک ۹ بجے کا وقت لکھا تھا۔ اور ۹ کبھی کے برج چکے ہیں۔“

آخر دروازہ کھلا اور ڈویک آف پانچ منٹ داخل ہوا۔

آتے ہی مذاقیہ انداز سے کہنے لگا۔ ”میں جانتا ہوں کسی خاتون کو منتظر رکھنا مردانہ شرافت کے بعد سمجھا جاتا ہے۔ مگر سوئے اتفاق سے مجھے کلب میں کھانا کھاتے ہوئے دیر ہو گئی۔“

”چلئے نہ اتنے سے دیر میں آ جانا بہر حال بہتر ہے۔“ میڈم اینجلیک نے جواب دیا۔ تشریف رکھے اور شراب کا ایک گلاس نوش فرمائے۔ پھر میں اس معاملہ کی تفصیل عرض کرتی ہوں جس

سے سرکار کو اتنی پمپسی ہے۔

”اس ہندوستانی حور کا ذکر کرتی ہو؟“ دیوک نے تھوڑی سرخ شراب پیتے ہوئے دریافت کیا۔ ”خدا کرے تمہارا جواب اثبات میں ہو۔ گواہی پر واپس کہ مالکن یا خادمہ دونوں سے کون ملتی ہے۔ کیونکہ ایک کا حسن ملیج دوسری کے کمزوری رنگ کا بخوبی مقابلہ کرتا ہے۔“

”آہ! معلوم ہوتا ہے سرکار کو زیارت دید جائے ہو چکی ہے۔“ میڈم اینجلیک نے انداز اطمینان سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آخر تم نے جو ان کی اتنی تعریف کی تھی۔ اس کے بعد کیا یہ قدرتی نہ تھا۔ کہ میں ایک

رات ...“

”ہاں۔ سچی۔ آپ ایک رات میز وائٹ میں ان کی گاڑی کے منتظر رہے۔ اور وہیں جھڑکے سے درشن کر لیا۔ کیوں؟“ عیار عورت نے شوخی سے مسکرا کر پوچھا۔

”ٹھیک اسی طرح۔“ مارچ مونٹ نے جواب دیا۔ ”اور وہ ایک بار کے درشن ایسے پر لطف ثابت ہوئے کہ دوبارہ پھر گیا۔ اول موقع پر میں نے خاتون اور اسکی خادمہ کو دیکھا تھا۔ اور خدا جانتا کہ حسن جہاں تاب کا ایسا دل افروز منظر پیش بھی میری نظروں سے نہیں گذرا۔ بارشانی اسس خاتون کے ساتھ ایک انگریز لڑکی تھی جسے پہچان کر مجھے بہت حیرت ہوئی۔ کیونکہ وہ مس ایشن یعنی اس خود مرنو جو ان کی بہن تھی جس نے سینٹنوپ اور بیگم کے متعلق میرے کئے کراے پر پانی پھیر دیا تھا۔ پہلے وہ میرے تختے کے پاس رہا کرتی تھی۔ اور سچ پوچھتی ہو تو میری اسس پر ہنسنے لگی تھی۔“

”خیر خواب کیا بگڑا ہے۔“ میڈم اینجلیک نے کہا۔ ”ان سے فارغ ہو کر اسکی بھی عزت افزائی ہو سکتی ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اس لڑکی کو نہیں دیکھا۔ بہر حال اگر وہ اس قابل ہے۔“

”کیا کہتی ہو؟“ مارچ مونٹ نے جلدی سے کہا۔ ”وہ اس مشرقی حسینہ یا اسکی خادمہ سے کچھ کم خوبصورت نہیں۔ اس کا حسن بجائے خود لا جواب ہے۔ اور اگر کسی طرح ان تینوں کا تہا ہے عشرت کہہ میں جمع ہونا ممکن ہو تو بجز اقا فیہ پر بیاں اور آسمان پر حوریں رشک کریں۔ مگر ناؤ تم اپنی کوشش کا حال کہو۔ یعنی تم نے کیا کیا۔ اور اس میں کہاں تک کامیاب ہوئیں؟“

”مختصر طور پر میں اتنا عرض کر سکتی ہوں کہ وہ مشرقی پھول غنفریہ آپکے پاس ہو گا۔ عیا

عورت نے جواب دیا "یا شاید یوں کہنا چاہیے۔ کہ آپ جب چاہیں اسے حاضر کیا جاسکتا ہے۔ یہ تو ہے میری کامیابی کا خلاصہ۔ اور اگر آپ تفصیل چاہتے ہیں۔ تو یوں ہے کہ آپ سے وعدہ کر کے میں نے اس پر زنا دھیسٹہ سے ملنے کی کوشش شروع کی۔ قسمت مہربان تھی۔ چنانچہ میں نے جو خادمہ کو روپیہ کی جھلک دکھائی۔ اور اس کے ساتھ ہی کہا۔ کہ ایک امیر ابن ہر تم پر اور تمہاری بیگم دو نو پر فریفتہ ہیں۔ تو وہ جھٹ مان گئی۔ البتہ ات کہا۔ کہ امیر موصوف میری بیگم ہی کی عزت افزائی کریں۔ تو بس ہے۔ میں کسی قابل نہیں۔ گو جہاں تک ممکن ہے میں انہیں اس کام میں مدد دے سکتی ہوں۔"

"مگر وہ خاتون یعنی بیگم کیا واقعہ میں خوش عیشی کی دلدادہ ہے؟" مارچ مونٹ نے پوچھا۔ "کیا کسی مالدار نواب کی مصاحبت میں یہاں آئی ہے۔ اور اسی نے اس کو اتنا زراٹل دیا ہے؟"

"کہاں کی بات۔ وہ تو عصمت وغیرت کی محرم تصویر ہے۔ کم از کم یہ بات مجھے اس کی اپنی منہ لگی خادمہ سے معلوم ہوئی ہے جس نے کہا تھا کہ اسے رام کرنے کے لئے طاقت کی نہیں بلکہ فریب کی ضرورت ہے۔ یا بہتر ہو کہ طاقت اور فریب دونوں سے کام لیا جائے۔"

"تب معلوم ہوتا ہے کام اتنا سہل نہ ہوگا۔ جتنا خیال تھا۔" دیوک نے شراب کا ایک اور گلاس پیتے ہوئے کہا۔

"واہ! تو کیا ابھی سے مایوس ہو گئے؟" میڈم ایچلیک نے طنز اگیا۔ "اطمینان فرمائیے۔ فریب کی آگ سلگا دی گئی ہے۔ اور اب صرف طاقت کے شعلہ سے کام لینا باقی ہے۔ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ باقی سب آپکے ذمہ ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عورت اس ملک میں آئی کیوں ہے؟" دیوک نے انہماصرت سے کہا۔ "یقیناً اس بارہ میں ہمیں کچھ حالات معلوم ہوئے ہوں گے۔"

"میں نے خادمہ سے پورا حال جاننے کی کوشش کی تھی۔ مگر وہ کم گو عورت معلوم ہوتی ہے اور ضرورت کے سوا کوئی بات نہیں کرتی۔ اس لئے میں کچھ معلوم نہ کر سکی۔ بہر حال جیسا میں نے عرض کیا ہے۔ اسی خادمہ کی مدد سے میں نے اس خاتون تک رسائی کر لی ہے۔ پہلے وہ میری طرف نیکی نظر دے دیکھتی تھی۔ مگر یکایک گفتگو نے ایسا پامنا کھایا۔ کہ جب میں نصحت بدلتی۔ تو وہ سرکار کے اپنے قصداک لینڈس میں چند دن سیر کرنے کو تیار ہو گئی۔"

”تو کیا تم نے اس سے کہہ دیا ہے۔ وہ اس جگہ ہماری یہاں ہوگی؟“ مارچ مونٹ نے جو اب تک اس عیار کے قریب کو پوری طرح نہیں سمجھا تھا۔ پوچھا۔
 ”بالکل نہیں۔ اُلٹا اُسے بتایا گیا ہے۔ کہ آپ اور بیگم صاحب دو نو کہیں گئے ہوئے ہیں۔ مگر آپ نے ازراہ عنایت اسے چند دن دلاں تغیراً پھیرنے کی اجازت دیدی ہے۔ وہ نادان اپنی بے خبری میں سمجھتی ہے کہ اس ملک کے امرا عموماً اپنا محل غیر ملکی مڈسا کی تعریف کے لئے خالی کر دیا کرتے ہیں۔“

”خیر یہ تو ہوا۔“ ڈیوک نے کہا۔ ”مگر اب آگے کیا کرنا ہوگا۔ اس کا حال بھی تو کہہ۔ کیونکہ خدا جانتا ہے۔ میں اب تک تمہاری تجویز کا سر پر نہیں سمجھا۔“

”سنئے میں عرض کرتی ہوں۔ یہ مشرقی خاتون اکیسی ہی فضا رنگ لینڈس میں جائے گی۔ اس کام میں نے پہلے سے اطمینان کر لیا ہے۔ اور جو بات اس سے بھی نقلی بخش ہے وہ یہ کہ وہ اس وقت پر پڑی لباس پہنے ہوئے ہوگی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی۔ لوگ اس کے عجیب ملکی لباس کو دیکھنے کے لئے جمع ہوں۔ بیگم اس واقعہ سے لاعلم ہوگئی۔ مگر آپ کسی رات چپ چاپ دلاں پہنچ جائیں تو کیا خرچ ہے؟ چڑایا پہلے ہی دام میں پھنسی ہوئی ہوگی۔ اور لطف یہ کہ وہ اپنی مرضی سے پھنسنے منظور کرتی ہے۔ اس کے بعد کیا وہ صیاد کے ہاتھ سے بچ کر کہیں جاسکتی ہے؟ وہ کیا نتیجہ کا سوال۔ توجب ایک بار سرکار کو کامیابی ہوگئی۔ پھر اس کا منہ بند کرنا بہت دشوار نہ ہوگا آپ آسانی اس کو سمجھا دیں گے کہ تمہاری فریاد بے اثر ہوگی۔ خیال فرمائیے ایک مشرقی عورت جو مدت و راسخے انگلستان میں رہتی۔ یہاں کے رواجات سے واقف اور اس جگہ کی زبان میں پوری دسترس رکھتی ہے۔ خود اپنی مرضی سے ایک ذی اثر امیر کے دیہاتی مکان پر جاتی ہے وہ کبھی نوکر کو بھی ساتھ نہیں لیتی۔ اور قفق۔ لباس بھی اسی ملک کا پہنتی ہے۔ اب آپ ہی کیجئے ان واقعات کی موجودگی میں کسے یقین آئے گا کہ وہ اپنی مرضی سے دلاں نہیں گئی؟ یا کسی نے اس کو دام قریب میں پھنسا یا؟ فحش کیجیے وہ اس پر بھی نہ مانے۔ تو کیا میں بڑی آسانی سے یہ نہیں کہہ سکتی کہ سب نامہ و پیام میری ہی معرفت ہوا تھا میں سرور بار کہہ دوں گی کہ سرکار کے کہنے سے اس کے پاس گئی تھی۔ وہ رہنا منہ ہوگئی۔ اور اپنی مرضی سے اوک لینڈس گئی۔ یقین فرمائیے جب یہ باتیں اس پر واضح کی گئیں۔ فحطان لے گئی۔ کہ افشاے راز سے ذلت کے سوا کچھ حاصل نہیں۔“

”بجاء آج ثابت ہوا تم کیسی دور اندیش عورت ہو۔“ ڈیوک نے خوش ہو کر کہا۔ ”واقعی تمہارا برابر سیانی عورت کوئی دوسری نہ ہوگی۔ ماں مگر وقت کب کا مقرر ہوا ہے؟“

”یہ میرے اختیار کی بات ہے۔“ میڈم ایچلیک نے جواب دیا۔ ”میں کل ہی اس کے نام ایک چھٹی بھیدوں کی۔ کہ جناب ڈیوک نے آپ کو اپنے دیہاتی محل میں آنے کی اجازت دیدی ہے۔ اس بعد مجھے یقین ہے۔ کہ وہ پرسوں ضرور وہاں پہنچ جائے گی۔ اس آٹا میں آپ کسی آدمی کے ساتھ نوکر دوں کو اطلاع کر دیجیے کہ جہان کی تواضع میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ اور اُسے پوری عزت سے رکھیں۔“

یہ انتظام میں کل صبح ہی کر دوں گا۔ ڈیوک نے جواب دیا۔ ”اور میرے خیال میں اب اس معاملہ پر کسی اور گفت و شنید کی ضرورت باقی نہیں۔ مگر یہ تو کہو۔ لیٹس راؤٹے کا کیا ہوا؟“

”آہ! وہ کم محبت بڑی ناشکری ثابت ہوئی۔ میڈم ایچلیک نے حقیقی غصہ اور افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کی ذات پر جو احسان کئے تھے۔ ان کے بعد ایسی امید نہ ہو سکتی تھی۔“

”پھر بھی اس کا انجام کیا ہوا؟“ ڈیوک نے پوچھا۔

”یہی میں پوچھنا چاہتی ہوں۔ ماں اتنا سنا ہے کہ اُسے کسی نامعلوم جگہ پر پہنچا دیا گیا ہے۔ کہتے ہیں اب اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔۔۔ تو برا! اور میڈم ایچلیک نے آخری لفظ پر زور دے کر نفرت سے ناک بھون چڑھائے۔

”خیر جانے دو۔“ ڈیوک نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ”تو شراب کا ایک گلاس پیو۔ کہ جو شش ٹھنڈا ہو۔“

میڈم ایچلیک ڈیوک کی ہدایت پر عمل کر کے شراب کا ایک گلاس لا کر چمکی گئی۔ پھر بولی۔

”آپ ہی کہتے ہیں جو سلوک اس نافرمان لڑکی نے مجھ سے کیا۔ اس کے بعد کوئی کسی سے کیا امید رکھ سکتا ہے؟ قاعدہ ہے جتنا اُسے تو اپنے بیگانے سب آنکھ چراتے ہیں۔ مگر میں صرف ہمدردی کے شیاں سے ہر قسم کی تکلیف برداشت کر کے سو رہی گئی۔ ماں اس بد بخت تک بیل خانہ پہنچی۔ اپنے خیر سے لائق تو دیلوں کی خدمات حاصل کیں۔ اور غرض کیا؟ صرف اتنی کہ وہ مقدمہ میں میرا نام نہ لے مگر میرے احسان تو یہ اور اس بے غیرت کا جواب یہ کہ مجھے جیل خانہ کے اندر جانے تک نہیں دیا باہر ہی اٹھوا دیا کہ لیٹس راؤٹے تم سے ملنا نہیں چاہتی۔ خیال فرمائیے یہ الفاظ اس سے کچھ جلتے

ہیں۔ اس کی بہترین رفیق یہاں تک کہ اس کی منہ بولی ماں تھی... اب مجھے کجھت سے سخت نفرت ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہیں مل جائے تو اس کا منہ نوچ لوں۔“

”مگر تمہیں اس کا حال معلوم نہ ہوا کہ آخر یہ سب کارروائی کس کے ایجا پر ہوئی؟“ پانچ مونٹ نے دریافت کیا۔ ”اخباروں نے لکھا تھا۔ بعض ذی اثر دوست اس کی مدد کر رہے ہیں...“

”جی ہاں اس سلسلے میں ایک شخص سمانے اور اس کے بیٹے کا نام بہت سننے میں آیا تھا“ میڈم ایجنڈیک نے جواب دیا۔ ”اور سنا گیا ہے ان کے علاوہ ایک شخص اد بھی پس پردہ اس کو مدد دیتا رہا ہے۔ مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کون تھا۔“

”میں نہیں جانتا۔ کیوں یہ خیال میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔“ ڈیوک آف پانچ مونٹ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”بہر حال کوئی غائبانہ آواز مجھ سے بار بار کہہ رہی ہے کہ غالباً یہی شخص تھا جس نے پچھلی سردیوں میں اوک لینڈس دے معاملہ کے موقع پر پیش کو روک کر اس سب سے زبردستی وہ حالات دریافت کئے تھے جن کی بدولت ہماری کوششیں ناکام رہیں۔ کبھی تھی میں اس شخص کی آواز تو پہچانتی ہوں۔ مگر اس کی صورت نہیں دیکھ سکی۔ کیا عجب یہی آدمی اس موقع پر اس کو مدد دے رہا ہو۔“

”میں نہیں کہہ سکتی۔ آپ کا گمان کس حد تک صحیح ہے۔“ میڈم ایجنڈیک نے جواب دیا۔ ”بہر حال اب کہ یہ قضیہ خوش اسلوبی سے طے ہو چکا۔ قیاسات قائم کرنا بے سود ہے۔ اتنا غنیمت ہے کہ مقدمہ میں آپ کی خادمہ کا ذکر نہیں آنے پایا۔“

”واقعی یہ بہت اچھا ہوا۔“ ڈیوک نے تسلیم کیا۔ ”مگر کیا ان دنوں تمہیں ایولین اوبرائن کا بھی کچھ حال معلوم ہوا ہے یا نہیں؟“

”آہ! آپ نے ایک اور ناشکری کا نام لے کر میرے دل سے زخموں کو کھیر تازہ کر دیا۔“ میڈم ایجنڈیک نے دوبارہ جوش ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”سنی سبوں وہ بھی اپنی گذشتہ زندگی سے تائب ہو چکی ہے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ اگر یہ توبہ کی دبا بیضہ اور پلیگ کی طرح عام ہو گئی تو پھر بہت جلد بچھے اپنا کاروبار بند کر دینا پڑے گا۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ جب تک آپ ایسے ایک مرتبہ کا بھی سایہ عاطفت، حال ہے مجھے کسی طرح کی فکر نہ ہونی چاہیے۔“ یہ آخری جملہ اس نے مصلحتاً اس خیال سے کہہ دیا کہ ڈیوک کی تعریف ہو جائے۔

اس کے محوثری دیر بعد پانچ مونٹ رخصت ہونے کو اٹھا۔ مگر جانے سے پہلے اس نے

بنک نوٹوں کا ایک بھاری گتھا میڈم اینجلیک کے ماتھے میں دے دیا۔ یہ رقم گویا اس انعام کی پہلی قسط تھی۔ جو وہ رجکاری اندر کی حوالگی کے عوض اس سیاہ کار عورت کو دینا چاہتا تھا۔

انجلی صبح کو ڈیوک نے نصر اوک لینڈس میں واردہ ہر دوس کے نام ایک خط لکھا جس میں ایک شرقی خاتون کی آمد کی توقع ظاہر کرتے ہوئے تحریر کیا کہ اس کی خوب اچھی طرح تقدیم کی جائے اور اسے اپنے زمانہ قیام میں کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔ دوس کے جذبات کی اسے چونکہ کبھی پروا نہ ہوتی تھی اس لئے اس نے اتنا لکھنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ کہ اس عورت کی آمد کی خبر ان سے پوشیدہ رکھی جائے۔

ادھر ایک قاصد یہ خط لے کر اوک لینڈس کو چلا۔ اور ادھر میڈم اینجلیک نے رجکاری اندر کے نام ڈاک کے ذریعہ ایک خط اور لکھا جس میں تحریر تھا کہ ڈیوک اور دوس آٹ ماہ مونٹ نے میری درخواست پر اپنا نصر اوک لینڈس واقع ہیمپ شائر آپ کی تفریح کے لئے پیش کیا ہے اور اجازت دی ہے کہ آپ جینٹل چاہیں۔ اس میں ہنس ساس کے ساتھ یہی خیال عورت نے یہ بھی لکھا کہ ڈیوک اور ان کی بیگم آجکل لندن میں مقیم ہیں۔ اور دولت کو واپس جانے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ اس لئے آپ اس محل میں بے تکلف رہ سکتی ہیں۔ ڈیوک کے نوکران کی مہارت کے مطابق جملہ صنات پوری تہذیب سے بجا لائیں گے۔ اور یقین ہے وہاں رہتے ہوئے آپ کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہوگی۔

اس جگہ یہ امر قابل ذکر ہے کہ سگوند کو اس خط کا بالکل علم نہ تھا جس کے ذریعہ مسٹر ریڈ کلف نے رجکاری اندر کو بعض بہیم خطرات سے خبردار کیا تھا۔ و حقیقت اندر اس طرح کے خط کے ذریعے خادموں کو خوف زدہ کرنا نہ چاہتی تھی۔ اس لئے ریڈ کلف کے خط کی دوسری بر اس نے بعض عام مہاربات اس مطلب کی جاری کر دی تھیں کہ کوئی غیر شخص سے میل جول نہ رکھیں۔ خط کے مضمون کا ذکر اس نے اپنے وفادار خادم مارک کے سوا اور کسی سے نہیں کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب سگوند اور میڈم اینجلیک کی ایک دوسرے باتیں ہوئیں۔ تو ان میں مسٹر ریڈ کلف کا ذکر بالکل نہیں آیا۔

میڈم اینجلیک کا خط رجکاری اندر کو بچھاؤ تل گیا اور اس نے کسی سے اس کا ذکر نہ کر کے روٹنگی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ کہ سگوند اس نے فقہ آٹا کہا کہ میں ایک ضروری کام پر چند دن کے لئے باہر جا رہی ہوں۔ امید ہے تم میری عارضی غیر حاضری میں اس نہ ہوگی۔ اس نے یہ بھی

کہا کہ اگر چاہو تو اس عرصہ میں اپنے بھائی کو یہیں بلا سکتی ہو۔ ان کاموں سے فارغ ہو کر اس نے اگلے دن کے لئے ایک سفری گاڑی تیار رکھنے کا حکم دیا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ ان تیاریوں سے وفادار مارک کے چہرہ سے فکر و پریشانی ظاہر ہونے لگی ہے۔ اس نے اسے تنہائی میں اپنے پاس بلایا۔ اور کہنے لگی۔ "مارک میں خوب جانتی ہوں۔ تم میرے کاموں میں پوری دلچسپی لیتے ہو۔ غالباً تمہیں اندیشہ ہے کہ میں یہاں سے جا کر کسی خطرہ میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ مگر اطمینان رکھو! کیا نہ ہو گا۔ میں جس کام کے لئے جا رہی ہوں اس کا بعض نجی معاملات سے گہرا تعلق ہے۔ میں اپنے نفع نقصان کو اچھی طرح سمجھتی ہوں۔ اور یہ چند الفاظ میں نے صرف اس خیال سے تم سے کہے ہیں کہ میری نسبت تمہاری تشویش رفع ہو جائے۔"

یہ سن کر نوکر کے چہرہ سے اطمینان ظاہر ہونے لگا۔ اور وہ بولا "باؤ آپ کے اس بیان سے واقعی میرا اطمینان ہو گیا۔ میں اس خفایت کے لئے کہ آپ کو میرے نفع فکر کا اثر رہ خیال ہے۔ تہ دل سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

اس نے جھک کر سلام کیا۔ اور چونکہ راجکاری نے مزید تو منیع غیر ضروری سمجھی۔ اور مارک میں بھی استعجاب کا مادہ غالب نہ تھا۔ اس لئے وہ اس گفتگو کے بعد رخصت ہو گیا۔ اس کے لئے یہ جاننا ہی باعث تسکین تھا۔ کہ راجکاری کو کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں ہے۔

اگلے دن اندرانے کرستینا کی مدد سے ان پورپی لباسوں میں سے جو میڈم ایجنیک نے خاص طور پر اس کے لئے تیار کئے تھے۔ ایک کو زیب تن کیا۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ والے اندر آبا کی دختر نے مغربی وضع کا لباس پہنا۔ مگر اس جیت پورپی پوشاک نے اس کے حسن دل افزو پر وہ بھین پیدا کیا۔ کہ اس کی موجودہ صورت دیکھ کر کسی عورین نقاد جس کے لئے یقیناً اس بات کا فیصلہ سخت مشکل تھا۔ کہ اس کا حسن اپنے اہلی مشرقی لباس میں زیادہ نظر نواز ہے۔ یا اس پوشش میں جو جدید ترین پیرسی فنش پر تیار کی گئی تھی۔ اور جسے اندرانے اپنی عمر میں بار اول پہنا تھا۔ راجکاری کو اس کے موجودہ لباس میں دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا تھا کہ اس کے حسن و نہایت کی ضیا و تابش پوشاک کی کسی قطع خاص سے مخصوص نہیں۔ بلکہ اسکی دلکشی اور دہری۔ نورانی اور سحر انگیزی ہر رنگ میں نیا انداز حاصل کر سکتی ہے۔ فی الحقیقت اس ملکہ حسن کی خوبصورتی ہر طرح کے بناؤ سنوار سے ملتا تھی۔ اس کے سینہ کا ابھارا رنگریزی محرم کے قید و بند میں بھی اتنا ہی نمودار تھا۔ جیسے مشرقی خداتان کے پردہ میں اور اس کے پر زارغ کے ایسے سیاہ بال پیرسی ٹوپی

میں بھی وہی شان و دفی رہی رکھتے تھے جو انہیں مشرقی وضع کے مکمل سرآغوش میں حاصل تھی۔

اس جہدِ اندر فخری لباس میں ابجاری اندر کسی نوکر یا خادمہ کو ساتھ لئے بغیر سفری گاڑی میں سوار ہو کر فقراوک لینڈس کی روانہ ہوئی۔ گاریبان سے اس نے فقط اتنا کہا کہ ہمپ شاہ راجپوتوں سے زیادہ حال کسی کو معلوم نہ ہو۔ گویا شاگرد پٹنے میں سگونہ کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا۔ وہ کہاں جا رہی ہے۔ اور سگونہ کی اس واقفیت کا حال بھی راججاری کو معلوم نہ تھا۔

سہ پہر کے سیکے سفری گاڑی ریاست اوک لینڈس کی وسیع حدود میں داخل ہوئی۔ اور اس کے کھوڑی دیر بجی محل کے دروازہ پر رک گئی۔ ڈیوک آن مارچ مونٹ کی ہدایت کے مطابق داروغہ پردوس اور دوسرے نوکر تقدیم کے لئے حاضر تھے۔ اور جیسا قدرتی تھا۔ وہ سب اس کے حسنِ ملائیک فریب کے نظارے بہت متاثر ہوئے۔ ڈیوک نے اپنے خطا میں لکھا تھا کہ ایک معزز مشرقی خاتون مغربی لباس میں اوک لینڈس آئے گی۔ اور یہ لوگ سمجھتے تھے۔ وہ کوئی سیاہ فام عورت ہوگی جس نے عہدِ رفتہ کا کوئی بھد لباس پہن رکھا ہوگا۔ مگر جس وقت انہوں نے اندر اکا حسنِ بلع دیکھا جس کی ریتونی رنگت تازہ ہوا کے فرحت بخش اثر سے کذن کی طرح دھکتی تھی۔ نیز اس کے لباس پر نظر ڈالی۔ جو صاف سادہ اور کسی انگریز خاتون کے مکمل آداب سے پہنا ہوا تھا۔ تو انہیں سخت حیرت ہوئی۔ مگر اس حیرت میں بھی جس کا سبب خاص اس نازنین کا وہ جلوہ برقِ پاش تھا۔ جس کے لئے وہ سراسر ناتیار تھے۔ ان کی طرف سے کوئی خلافِ ادب حرکت سر نہ نہیں ہوئی۔ اور غمِ رسیدہ داروغہ بذاتِ خود اسے مکرمہ نشست کی طرف لئے چلا۔ جہاں خادما میں حاضر تھیں۔ جن کے ساتھ اس نے خواہ گاہ میں جا کر لباس تبدیل کیا اس کام سے فارغ ہو کر وہ دوبارہ اثری تو محل کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ جس کے لئے پردوس فوراً آمادہ ہو گیا۔ اس نے راججاری کو محل کے سب کمرے جو نہایت تکلف سے آراستہ تھے دکھائے۔ اور آخر کار نگارخانہ میں لے گیا۔ جہاں راججاری نے ڈیوک آن مارچ مونٹ کے سلا کی تصویروں کو غیر معمولی دلچسپی سے دیکھا۔ اور اس عرصہ میں بڑھے داروغہ سے بڑے اخلاق کے ساتھ باتیں کرتی رہی۔

اسی کمرہ میں کھڑے ہو کر اس نے کہا۔ میں نے سنا ہے اس محل کے قریب قتل کی ایک نہایت مہلک واردات ہوئی تھی۔ کیا ان دونوں تم یہیں تھے؟

داروغہ نے بصورتِ اثبات جواب دیا۔ جس کے بعد اندرانے اس سانحہ کے متعلق کئی

ایک سوالات پوچھے۔ پردس راجکاری کے وسیع اخلاق اور ایک غیر ملکی زبان پر اس کے عبور کا دل سے بہت متاخر ہوا۔ اور اس ذہانت سے جس کا اظہار اندر کے مختلف سوالات سے ہوتا تھا۔ اسے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ سارے استفسارات کا جواب خوشی دیتا گیا۔ چنانچہ ڈچس الزا اور برٹرم وڈن کے عشق کی وہ افسردہ کن داستان جس سے ناظرین اچھی طرح واقف ہیں۔ پھر ایک بار تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی۔ اندر نے سب آل گہری و بچی مگر دلی خوف کے ساتھ سنا۔ داستان ختم کرتے ہوئے پردس نے کہا۔ ”بانو وہ خنجر جس سے یہ ہوناک واردات ہوئی تھی۔ اب تک اس محل میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔“

اندر کو اس سے بہت حیرت ہوئی۔ اور وہ خنجر کا نام سن کر نمایاں طور پر کانپنے لگی۔ بولی کتنی عجیب بات ہے۔ کہ موجودہ ڈیوک اس خنجر کو اپنے پاس رکھتے ہیں جس کی موجودگی سے بے شبہ ان کے ذہن میں اس ہوناک واردات کی یاد تازہ ہو جاتی ہوگی جس میں ان کے عزیز چچا کی جان ضائع ہوئی۔“

”بانو بچ پوچھے تو سرکار کو اس کا سطلق علم نہیں۔ کہ وہ خنجر اس محل میں رکھا ہوا ہے۔“ واردہ نے بدکس نے آواز دبا کر کہا۔ ”در اصل میں نے ان کی ماعلیٰ میں اسے یہاں لا کر رکھا تھا۔ لیکن اگر آپ یہ پوچھیں کہ کیوں رکھا تھا۔ تو مجھ اس کا میرے پاس کچھ جواب نہیں۔ پھر بھی اتنا عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ میں نے اسے محض رخ استعجاب کے لئے نہیں رکھا۔ کیونکہ جب سے وہ میرے ہاتھ آیا ہے صرف شاہد حالتوں میں مجھے اسکو دیکھنے کی جرأت ہوئی ہے۔ دراصل جب ڈیوک آنجنہائی کی لاش پر افسر مرگ کی تحقیقات ہو چکی۔ تو یہ خنجر مجھے کرہ تحقیقات میں ایک طرف بڑا ہوا مل گیا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر رومی کی کونٹھری میں ڈال دیا۔ ایک مدت تک یہ وہیں پڑا رہا۔ مگر اس کے بعد بعض عمارتی تبدیلیوں کے سلسلہ میں اس کو ٹھہری کو گرا دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ اب میں نے اس خنجر کو وہاں سے نکالا۔ تو وہ زنگ آلود تھا۔ قدرتی طور پر اس زنگ کو دیکھ کر میرا بدن کانپ گیا کیونکہ میں نے سوچا۔ یہ زنگ نہیں میرے آقا کے محترم کے خون کا داغ ہے۔ شاید آپ میرے طریق عمل کو عجیب سمجھیں۔ بہر حال میں نے اسے اپنے ہاتھ سے خوب اچھی طرح صاف کیا۔ اور داغ مٹا کر اسے زمین میں دفن کرنے کا ارادہ کر لیا۔ کہ پھر کسی کو اس کی مخوس صورت دیکھنی نصیب نہ ہو۔ لیکن دفعتاً پھر پھر جو ضبط سوار ہوا۔ تو میں نے یہ سوچ کر اسے محفوظ رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔ کہ یہ میرے آقا کے نامدار کی یادگار ہے۔ جس طرح لوگ ان بزرگوں کی خون آلود زہ

اور جہلم کو محفوظ رکھا کرتے ہیں جو میدان جنگ میں کام آئے ہوں۔ اسی طرح مجھے یہ تیار محفوظ کرنا چاہیے۔ مختصر یہ کہ میں نے اسے زمین میں دفن کرنے کی بجائے اسی مکان میں رکھا ادا اب بار بار میرے دل میں خیال آتا ہے کہ عجب نہیں اس خنجر کی حفاظت میں قادر مطلق کی اپنی حکمت کا ملکہ کو دخل ہو؟ ”تمہاری داستان عجیب ہے۔ اندرانے سب حال شکوہ داروغہ سے کہا۔ جیسا تم نے بیان کیا ہے۔ حقیقتاً اس خنجر کے محفوظ رہنے میں کوئی ادنیٰ غرض نہیں۔ بلکہ زبردست غیبی قوت کام کر رہی ہے۔ پھر چند منٹ سوچنے کے بعد وہ بولی ”قاعدہ ہے۔ انسان کو خوفناک چیزوں سے بھی اتنی دلچسپی ہوتی ہے جیسی خوش نما اور لطیف اشیا سے۔ تم اسے قلب انسانی کی کمزوری سمجھو۔ یا کچھ اور۔ بہر حال امر واقعہ یہی ہے اس لئے اگر اتنا حال سکڑ میں بھی اس خنجر کو ایک نظر دیکھنے کا شوق ظاہر کروں تو غائباً تم اسے بے جا نہ سمجھو گے۔ اپنی داستان میں تم نے بیان کیا تھا کہ وہ شمالی امریکہ سے لایا گیا اور صناعی کا بہترین نمونہ ہے۔

واقعی مشر برٹرام و دین اسے بعض تحائف کے ساتھ شمالی امریکہ سے لائے تھے۔ پروس نے جواب دیا۔ ”رہا اسکو دیکھنے کا معاملہ۔ تو مجھے آپ کے ارشاد کی تعمیل میں سر موند نہیں تشریف لائے میں دکھاتا ہوں۔“

اتنا کہہ کر ڈیوڈ داروغہ راجہ ماری کو ساتھ لے کر ایک شاندار آرسٹ کرہ میں گیا جس کی درنگار مرغوبیں سنگ مرمر کے پہلے پائے اور سنہری پردے ایک دلکش منظر پیش کرتے تھے اسی کمرہ میں بعض نہایت خوش نما شنگی بت اور مجسمے رکھے ہوئے تھے ایک طرف ایک کونکلی میں کئی نادرات خصوصاً وہ جنہیں برٹرام و دین اپنے ساتھ امریکہ سے لایا تھا۔ الماری میں بند رکھے ہوئے تھے۔ داروغہ نے الماری کے پاس جا کر جو منبت کاری کا بیش قیمت نمونہ تھی ایک خفیہ کمائی دبا لی جس سے دروازہ کھل گیا۔ اور وہ ملک خنجر جس سے سابق ڈیوک آف مارچ مونٹ کو پر اسرار طریق پر قتل کیا گیا تھا۔ ایک الگ خانہ میں رکھا ہوا نظر آیا۔ اندرانے اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو اس کا نازک بدن نمایاں طور پر کانپا۔ مگر اس نے جرأت کر کے خنجر ہاتھ میں لیا۔ اور قریباً ایک لمحہ بغور دیکھنے کے بعد پروس کو واپس دے دیا داروغہ خنجر کو الماری میں رکھ کر دروازہ بند کر دیا۔ تو اندر کہنے لگی ”ہاں ملک میں بھی امرا کے محلوں میں خفیہ کمائی کی الماریاں اکثر رکھی رہتی ہیں۔ مگر اس الماری کو کھولنے اور منہ بند کرنے کی ترکیب میں بالکل نہیں سمجھی۔“

داروغہ نے مشرقی نازنین کا استعجاب رفع کرنا داخل عزت سمجھا۔ پس اس نے الماری

کھونے کی ترکیب مفصل بیان کی جس کے بعد دونوں اس کمرہ سے رخصت ہوئے۔ اتنے میں کھانا کھانے کا وقت آ گیا تھا۔ راجکمار سی کو اس کمرہ میں پہنچا یا گیا۔ جو اس کام کے لئے وقف تھا۔ اور وہاں اس نے دیکھا کہ ایک خوان بونگھوں پر بڑے سلیفہ اور اہتمام کے ساتھ تیز پرچھا ہوا ہے اور بیٹا وردی پیش نوکر کے ساتھ بجالانے کو حاضر ہیں۔ دیوک کی فطرت سے قطع نظر اس کی مہمان نوازی کے متعلق انصافاً کہنا چاہیے کہ راجکمار سی اندر اس کے لئے نہایت بڑے تکلف کھانا اسی اہتمام کے ساتھ حاضر کیا گیا تھا۔ گویا اس کی بجا بیگم مارچ موٹو دسترخوان پر بیٹھی ہوں۔

کھانا ختم ہوا۔ تو دو گھنٹہ دن باقی تھا۔ اندر وقت گزرنے کی نیت سے محل کی سیڑی کے لئے روانہ ہوئی۔ مگر اس موقع پر اس نے داروغہ پر دس کو ساتھ نہیں لیا۔ سب سے پہلے محل خانہ میں گئی اور وہاں سے اس کمرہ میں جس کی نسبت اسے بتایا گیا تھا کہ ڈچس الزا دجلریز آنکھوں سے اشک غون بہا کرتے ہوئے وہیں اپنے وفا دار نوکروں اور خادموں سے رخصت ہوئی تھی۔ یہ قطعی دیر کے لئے راجکمار سی اس کمرہ کی ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ اور اس موقع پر اس کے دل میں جو کچھ خیالات پیدا ہوئے۔ ان کی وجہ سے اس کے خوشامخساروں پر آنسو کے قطرے بھی بہنے ہوئے۔ دیکھ گئے۔ آخر وہاں سے اٹھ کر وہ اس کمرہ میں گئی جہاں بڑا ام و دین اپنے زمانہ قیام اور گ لیڈوس میں فرود گشت تھا۔ اور یہاں بھی وہ کچھ عرصہ تک دیر مردہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اندر اس کے اس خزن و ملال کی وجہ کیا تھی؟ اور کیوں وہ اس جگہ پش ساکنہ کے متعلقات سے جو انیس سال پیشتر طور میں آیا تھا۔ اتنی دلچسپی لے رہی تھی؟ اس کی نسبت ہم ہر دست کچھ نہیں کہہ سکتے۔

وہاں چکر وہ پھر ایک بار شگ مرمر کے پیل پالیوں والے کمرہ میں گئی جس کے مشکل پردے سے ایک عجیب شان دلاؤ بزمی دیتے تھے۔ جیسا بیان کیا گیا تھا۔ اس کمرہ میں سنگوشتی کے بعض نہایت نادر نمونے موجود تھے۔ مگر اس موقع پر اندر اس نے کسی چیز کی طرف آنکھ کھڑ کر نہیں دیکھا۔ معنوم ہوتا تھا اس کے جملہ حیات و خیالات کسی امر خاص پر مرکوز ہیں۔ اس کی پر کیف سیاہ آنکھوں میں عجیب طرح کی بجلی چمک رہی تھی۔ اور فندق ناہونٹ فیصلہ کن انداز سے تیز تھے۔ وہ تیز جیتی ہوئی۔ اس الماری کے پاس گئی جہے مکتوی دیر پیشتر داروغہ پر دس نے خفیہ کمائی دبا کر کھولا تھا۔ اس نے بغور چاروں طرف دیکھا۔ اور اس بار وہ میں مطمئن ہو کر کہ کوئی اور موجود نہیں ہے۔ اس کی نازک آنکھوں نے ابھی خفیہ کمائی کو جس

کی ترکیب پر دوس نے اچھی طرح سمجھا دی تھی۔ وہ بایا دروازہ کھل گیا۔ اور اندر آئے جھٹ اپنے دست خانی کو آگے بڑھا کر خنجر غوغوآر کو ہاتھ میں لے لیا۔ ایک ہندوستانی راجکمار کی کو ایسے خون آلود ہتھیار سے جس کی دوسے ایک جاگنداز واقعہ قتل ظہور میں آیا تھا کیا دلچسپی تھی ؟ وہ کون سے خیالات تھے جن کے اثر سے اس نے پھر اس خنجر کو ہاتھ میں لینا ضروری سمجھا جو انسانی خون سے تر ہو کر ناپاک ہو چکا تھا ؟ ان زبردست سوالوں کا جواب کون سے سکتا ہے مگر اب ایک نہایت عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ اندر ہی بند کر کے خنجر کو بدستور ہاتھ میں لئے وہ کمرے کے وسط میں گئی۔ باب تک اس کی متوالی سیاہ آنکھیں اس یادگار خنجر کے پھل کی طرف لگی ہوئی تھیں جبہ واردہ پر دوس نے اثر خط یا کسی پرتراشاقتہ کے استراہ سے مانجھ کر صاف کر دیا تھا۔ محظوظی ویر اس شبانہ نولاد کی صرف دیکھنے کے بعد راجکمار ہی نے اپنی برق پاش آنکھوں کو اوپر کی طرف اٹھایا۔ اور کافی بلند آواز سے کہنے لگی "پر ماتمن تو نیاسے کاری شہور ہے۔ لیکن اگر تیرا الضاف نیچا ہے تو اس حقیقت کو تو ہی پر دراز سے باہر لا۔ کہ بد نصیب دیوک کا خون کس نے کیا ؟ اور وہ کس کا ہاتھ تھا جس نے اس تیز خنجر کو اس کے خون نہ لگے آلود کیا۔"

اس وقت جب وہ قصر اوک لینڈس کے مشرق کرد میں آتھی ناگن کی طرح انداز احوال سے وہ ہاتھ جس میں خنجر پکڑا ہوا تھا آگے بڑھانے کے حالات استسراف میں گھڑی تھی جب اس کے کشیدہ دیگور کے ایسے سیاہ بالوں کی ٹیسر پس پشت بکھری ہوئی ایسی سیہ شمناک سمندر کی مہرجوں کی طرح متلاطم تھا جب اس کی صورت سے الماناک سطوت ظاہر ہوئی تو تیسریم باہر یا قوی بیٹھوں کے اندر موتیوں کی دھڑکیاں منظر پر دکھائی دینی لگیں۔ ہاں اندر کی اس شان جلال کو خدائے عالم الغیب کے سوا کسی سے نہیں دیکھا۔ نہ اس کے سوا کسی سے اس کے دعائیم الفاظ کو سنا۔ مگر کیوں اس نے اس طرح کی عجیب دعا کی ؟ اور کیوں اس کے دل میں یہ شبہ پیدا ہوا کہ وہ جرم جسے سارا عالم بے تامل بر بھرام و دین سے منسوب کرتا تھا کسی اور کے ہاتھوں میں ظہور میں آیا ہے ؟ واقعات آئندہ بھی ان اسرار پر روشنی ڈال سکیں گے۔

باب ۵۵

ختمِ بیداد

دوسرے دن صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر راجگماری اندر اچھا لکھا رالیہ ان اوک لینڈس اور اس کے محققات کے نظارہ کے لئے روانہ ہوئی اور اس موقع پر اوس نے پردس کو پھر اپنے ساتھ لے لیا تھا اور وہ اسے تمام محل کی دلچسپیاں دکھاتا رہا۔ مگر کسی نہ کسی وجہ سے ان کی گفتگو بہر اسی سانحہ کی طرف پلٹ گئی جس کا محل اوک لینڈس سے اتنا کہر تعلق تھا۔ راجگماری نے داروغہ ٹے ڈیل اٹرا اس کے شوہر مقتول ڈیوک اور برٹرام ویرن کا صحیح علیہ پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کیلئے کہا۔ بڑھے داروغہ کو اس معاملہ سے جسے وہ اپنی زندگی کا تاریخ اہمیت رکھنے والا واقعہ سمجھتا تھا خاص دلچسپی تھی اور وہ اس کا حال بیان کرتے نہیں ٹھکنا تھا پس اگر اندرا کو کوئی اتی غرض یا رفع استعجاب کے لئے اس بارہ میں مفصل حالات جاننے کی خواہش تھی تو یقیناً اس کو پردس سے زیادہ باخبر یا آمادہ شخص دوسرا نہ مل سکتا تھا۔

پردس کے ساتھ گشت کرتے ہوئے وہ اس تالاب کے پاس جا نکلی جس کے کنارے مقتول ڈیوک کی لاش ملی تھی۔ اس جگہ کھڑے ہو کر وہ مقوڑی دیر اس قطعہ زمین کو افسردہ نظروں سے دیکھتی رہی اور اس انتشار میں پردس نے بیان کیا۔ کس طرح وہ اور مقتول ڈیوک کا خادم خاص لیچسب سے پہلے اس مقام پر پہنچے تھے جہاں ان کا آقا بے جان پڑا تھا۔ واپس جاتے ہوئے بھی ان کی گفتگو اسی مضمون پر ہوتی رہی۔ معلوم ہوتا تھا جتنی دلچسپی بڑھے داروغہ کو اس تفصیل کے بیان سے ہے۔ اتنی ہی اندرا کو اس کے سماع سے۔ پھر بھی وہ اس سے ایسے طریق پر سوال پوچھتی تھی کہ پردس کے دل میں اس کا بعید ترس شبہ پیدا نہ ہوا کہ وہ کسی مدعاے خاص کو پیش نظر رکھ کر سب حال پوچھ رہی ہے۔ دو بج چکے تھے۔ کہ محل میں واپس گئے۔ اندرا مقوڑا کھانا کھا کر پھر ایک بار سیر کو نکلی۔ گو اس قریب اس نے بڑھے داروغہ کو اس بہانہ سے ساتھ نہیں لیا کہ وہ پھرتے پھرتے تھک گیا ہو اور لینڈس سے چلا کر وہ اس گاؤں میں گئی جہاں برٹرام ویرن چچا سے بگاڑ ہونے کے بعد ٹھہرا تھا۔ اور اس سائے کے پاس ہو کر بھی گزری جس کے ایک کمرہ میں اس کی اور لارڈ کلئینڈن موجودہ ڈیوک آف پانچ مونٹ کی ملاقات ہوئی تھی۔ پردس نے اس جگہ کا حال اتنی تفصیل کی ساتھ بیان کر دیا تھا

کہ اندر اکوشنات میں وقت نہیں ہوئی اندر قریباً ایک لمحہ وہ اس کمرہ کی کھلی کپڑی کو اندر حشر سے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد واپس ہوئی تو اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے بہ رہے تھے جسکی وجہ ممکن یہ ہو کہ اپنی طبعی فیاضی اور فطری رحم کے باعث اس خیال نے اس کے دل پر اثر کیا۔ کہ یہی کمرہ سب جہاں ایک بد نصیب آدمی نے وہ انتہائی ذہنی اذیت برداشت کی۔ جو کبھی قلب انسانی کے حصہ میں آسکتی ہے۔

اس شام راجکمار ہی اندر راکی پھر داروغہ پردوس سے گفتگو ہوئی اور اس نے ان نوکروں کا حال دریافت کیا جو سابق ڈپوک آف مارچ مونٹ کے قتل کے دنوں میں قتل روک لینڈس میں ہا کرتے تھے۔ داروغہ نے اس ہی وہی حالات بیان کئے جو ایک بار پشیر کر بجن اسٹین سے کہے تھے یعنی مقتول ڈپوک کا خادم خیلے اس جگہ سے قریباً ۱۲ میل فاصلہ پر کاشت کرنا اور ایک خوشحال کسان کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس الزا کے منہ لگی خادمہ جین مدت سے پاگل ہو گئی ہو اور اور لوگ بھی جہاں کسی کے سینک سہاتے چلے گئے۔ اس نے بیان کیا کہ ان نوکروں میں سے جو داروات کے دنوں میں یہاں رہا کرتے تھے۔ اب اکیلا میں ہی رہ گیا ہوں۔ بدھے داروغہ نے جیسا کہ اس کی عادت تھی۔ طول کلام کرتے ہوئے۔ ان نوکروں کے حالات بھی بیان کئے جنہوں نے اور مقامات میں جا کر ترقی کر لی تھی۔ اور خاتمہ پر کہنے لگا۔ ان میں قابل ذکر نام موجودہ سرکار کے خادم خاص کا ہے۔ اس نے بہت ترقی کی ہے۔ اور اب اپنی اصل حیثیت چھپانے کے لئے نام بھی کچھ اور اختیار کر لیا ہے۔

”کیوں۔ کس لئے؟“ اندر نے پوچھا۔
 ”بانو محض اس لئے کہ تو دولت یافتہ امیر اکثر عبد ماضی کو چھپانے کی کوشش کیا کرتے ہیں پردوس نے فلسفیانہ انداز سے جواب دیا۔ اس شخص کا صحیح نام ٹریورس تھا۔ مگر اب وہ آر میٹج کہلاتا ہے۔ چنانچہ اس کی لڑکی کی شادی بھی لارڈ آکٹیوین میرٹھ نے نامی ایک رئیس سے ہو چکی ہے۔

”خوب اندر نے آہستہ سے کہا۔“ لارڈ اور لیڈی آکٹیوین میرٹھ کے نام میرے لئے نئے نہیں ہیں۔ مگر کیا یہی شخص مسٹر آر میٹج کسی زمانہ میں موجودہ ڈپوک کا خادم خاص تھا؟“
 ”جی ہاں یہی۔“ پردوس نے جواب دیا۔ جب ہماری موجودہ سرکار کو ان کے چچا کے انتقال پر ریاست ملی۔ تو انھوں نے ٹریورس کو بلیف مقرر کر دیا تھا جس کے حقوقی مدت بعد سننے

میں آیا کہ اسے اتفاقاً بہت سی دولت ورثہ میں ملی ہے۔ بعد ازاں وہ ادک لینڈس سے چلا گیا اور مدت دراز تک اس کا حال سننے میں نہیں آیا۔ مگر ایک دن کاشنکار لیچیلے کسی کام پر لندن گیا تو اس نے واپس آکر مجھ سے بیان کیا کہ میں سرکار کے محل واقعہ بلگر یوسکوئرسے باہر آ رہا تھا۔ کہ ایک شاندار گاڑی لیچیلے کے سامنے رکی۔ اور اس سے ایک خوش پوش آدمی اترا میں نے صورت دیکھی۔ تو خیال آیا۔ اسے پیشتر کہیں دیکھا ہے۔ ہر چند گذشتہ چودہ پندرہ سال کے عرصہ میں لیچیلے کو ٹریورس کی صورت دیکھنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ تاہم اس نے اسے پہچان لیا۔ اور اسے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ وہ خوش پوش مرد شریف جو اس شاندار گاڑی سے اُترا ٹریورس کے سوا کوئی دوسرا نہیں۔ ٹریورس نے بھی اسکو پہچانا۔ گویا اسے دیکھ کر گھبرا سا گیا۔ اور جلدی گذر جانے کی کوشش کی۔ لیچیلے اس سر دھری کا متحمل نہ ہو سکتا تھا۔ اس نے جھپٹا ہکا ناز و بکڑ لیا۔ اور کہنے لگا۔ کیوں ٹریورس کیا دوستوں کو اسی طرح بھول جایا کرتے ہیں؟۔ ٹریورس نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا خدا کے لئے چپ رہو۔ اب میرا یہ نام نہیں۔ جیسا تم کہتے ہو۔ میں نے اپنی کوشش سے ترقی کر لی ہے۔ اور اب سٹر کر میٹج کہلاتا ہوں۔ تمہیں بھی اس نام کی تبدیلی پر اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ حلقہ امرا میں نشست و برخاست کے لئے ایسی تبدیلیاں لازم سمجھی جاتی ہیں۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ پرانے تعلقات کو یاد کر کے کسی پر میرا اصلی نام ظاہر نہ کرنا۔ لیچیلے نے کہا مجھے ایک دوست کو فقہ مان پہنچا ناہر طور منظور نہیں۔ انا تمہاری خوشحالی دیکھ کر خوشی ہوئی ہے۔ یہ سن کر سٹر کر میٹج کا اطمینان ہوا اور اس نے لیچیلے کو اپنے مکان واقع ریمنٹس پارک میں مدعو کیا۔ لگوا سے چونکہ ہسپتالز میں ایک ضروری کام تھا اس لئے اس دعوت سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

”بھرم بھی ہر قسم کی مخالفت کے باوجود سٹر لیچیلے نے سب حال تم سے کہدیا۔“ لاجکاری نے شوخی سے اعتراض کیا۔

”بالو مجھ سے ذکر کرنے میں کچھ عجز نہ تھا۔ پر دس نے جواب دیا چونکہ میں بہت کم لندن جاتا ہوں۔ اس لئے میری طرف سے اس راز کا انکشاف ناممکن ہے۔ علاوہ بریس میری خواہش نہیں کہ ایک سابق دوست کے حق میں ضرر رسانی کی کوشش کروں یہیں تو اس بات سے دلی خوشی ہوتی ہے کہ اس نے اپنی محنت سے اتنی ترقی کی۔ اور امیروں کے برابر درجہ حاصل کر لیا۔“

اس طرح کی باتیں کرتے راجکارمی اور داروغہ محل کی طرف واپس ہوئے۔ گرد و پڑ ہی میں داخل ہوتے ہوئے اندرانے دیکھا کہ شاگرد پیٹے کے آدمی گھبرائے ہوئے ادھر ادھر پھرتے ہیں انیس سے ایک نے پاس آکر پردس کے کانیں بھی کچھ کہا۔ مگر اندرانے اس واقعہ کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اپنے کمرہ میں جا کر لباس بدلایا۔ اور اس کے بعد نشستگاہ کی طرف چلی۔

اسے دیکھ کر ایک دروازہ قامت شخص جس کی صورت سے امارت برستی تھی۔ ایک صوف سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور آگے بڑھ کر راجکارمی کو ادب و اخلاق سے سلام کیا۔ اندر آکی سیباہ متوالی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے عجیب طرح کی خوفناک چمک پیدا ہوئی۔ مگر یہ ایک عارضی کیفیت تھی جسے ڈیوگ لینیسی اس شخص نے جو اس کے استقبال کے لئے کھڑا ہوا تھا نہیں دیکھا جب اس نے اس نازنین کے چہرہ کی طرف نظر اٹھائی تو وہ غیر معمولی چمک غائب ہو چکی تھی۔ ”آپ کی اجازت سے میں خود ہی اپنا تعارف کرتا ہوں۔“ اجنبی نے کہا۔ ”میلز نام ڈیوگ آف مارچ مونٹ ہے۔ اور میں اسے انتہائی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ آپ ایسی معزز خاتون سے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرما کر عزت افزائی کی۔ چونکہ مجھے شہر میں بعض مصروفیتیں تھیں۔ اس لئے ہمیشہ حاضر نہ ہو سکا۔ مگر بعد میں ڈچس سے مشورہ کرنے پر خیال آیا۔ کہ اس موقع پر پہلا بذات خود آپ کی تقدیم کے لئے حاضر ہونا خلاف ادب ہوگا۔ بلکہ عجیب نہیں؟“ اس نے مسکرا کر کہا۔ ”ہماری غیر حاضری سے سمجھا جائے کہ طاق تھماں نہ داشت خانہ بہ ہماں گذاشت“

میں اس ذرہ نوازی کے لئے آپ کی اور بیگم صاحب کی تہہ دل سے شکریہ ادا ہوں؟“ اندرانے مساوی اخلاق سے کام لے کر جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ جاننے کو ادھر ادھر دیکھا کہ ڈچس آف مارچ مونٹ کہاں ہیں۔

ڈیوگ نے اس اچھٹی ہوئی نگاہ کا مطلب سمجھ لیا اور بولا ”بیگم صاحب نے میرے ذریعہ سے معافی کی درخواست کی ہے۔ انوس کہ وہ آج مات شرف دیدہ حاصل نہ کر سکیں گی۔ یہ حقیقت ان کی صحت ایک عرصہ سے خراب چلی آتی ہے اور اس گرم موسم میں لندن سے یہاں تک کا سفر اور زیادہ ماندگی کا باعث ہوا ہے۔ یہاں آتے ہی وہ آرام کی غرض سے اپنے کمرہ میں چلی گئی ہیں۔“ ”مجھے یہ جان کر سخت انوس ہوا کہ آنکھوں نے مجھے ناحقیر کی خاطر اتنی زحمت و تکلیف گوارا کی؟“

اندرانے پریشانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”خدا کے لئے کلفت نہ فرمائیے“ مارچ مونٹ نے جلدی سے کہا۔ ”کامل میڈیو گران کا

مزاج صبح تک بجال ہو جائے گا پھر اس رسمی تکلف کو ختم کرنے کے خیال سے اس نے کہا علاؤرب
جو خوشی انہیں آپ ایسے حسین جہان سے ملے ہوگی وہ اس کسل و ماندگی کی وجہ حسن تلافی کر دے گی
اندرا بظاہر ایک کرسی پر بیٹھنے کو مڑی اور خوف ک عجیب چمک جو پہلے اس کی سیاہ
آنکھوں میں ظاہر ہوئی تھی۔ پھر ایک بار نمودار ہوئی۔ مگر ڈیو کے آفت مارچ میونٹ نے
اب کی بار بھی اسے نہ دیکھا۔

کہنے لگا۔ امید کرنی چاہیے کہ اپنے مختصر قیام میں آپ نے غریب خانہ کو دلکش تو کیا
کم از کم باعث آرام پایا ہوگا۔ اور نوکروں نے ہر کام آپ کے منشاء عالی کے مطابق کیا ہوگا۔
شعاع فرمائیے میں نے شروع میں ہی اس لطف و کرم کا شکریہ ادا نہیں کیا جو آپ نے
اور بگم صاحب نے اس قصر عالی شان کی سیر کے لئے اجازت دے کر میرے حال پر کیا ہے۔ پر
عرض کرتی ہوں کہ یہ جگہ امید سے بڑھ کر راحت بخش اور دلچسپ ثابت ہوئی ہے۔۔۔

مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ڈیو کے لئے کہا اور غالباً آپ مجھے یہ کہنے کے لئے
معاف فرمائیں گی کہ جس کے ہمراہ یہاں آنے سے میرا مقصد درجہ اول میں آپ کیلئے ہر ممکن
آسائش کا انتظام اور اس کے بعد ایک ایسی قابل قدر خاتون کے شرف دید کی آرزو تھا جن
کے من صورت اور پاک سیرت کی تعریف میڈم اینجلیک نے دلکش الفاظ میں کی تھی۔۔۔

”اس حسن ظن کے لئے میں آپ کی غایت درجہ ممنون ہوں“ اندرا نے جواب دیا اور میڈم
اینجلیک کا ہی مجھ پر کچھ کم احسان نہیں ہے کہ انھوں نے مجھ ناچیز کی تعریف میں ایسی مبالغہ آرائی
سے کام لیا۔

میڈم اینجلیک ایک راست گو خاتون ہیں۔ ڈیو کے لئے کہا اور میں بے خوف تردید عرض کر
سکتا ہوں کہ آپ کی شان میں انھوں نے وہی الفاظ استعمال کئے تھے جن کی آپ بجا طور پر مستحق
ہیں۔ معاف کیجئے میں اس بات پر اظہار حیرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ ایک در افتادہ ملک
کی خاتون اس سلاست اور روانی سے انگریزی بولتی ہیں کہ بلا مبالغہ منہ سے پھول چھترے ہیں
مگر یہ کہ اس کی وجہ یہ ہو کہ اپنے ملک میں آپ کا میرے ہم قوموں سے زیادہ ربط و ضبط رہا ہو
لیکن اگر ایسا تھا اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو پھر یہ امر واقعی باعث حیرت ہے کہ ان میں
کسی خوش نصیب کو ایسی بکمال خاتون کی تسخیر کی سعادت حاصل نہ ہوئی۔ حالانکہ یہ کامیابی
اتنی عظیم ہوئی کہ کوئی بادشاہ بھی اس پر بجا طور سے فخر کر سکتا۔

ڈیوکنے بڑی تحقیق بغوص سے تو ذہنی الفاظ تلاش کئے تھے مگر اندر اس نے انہیں اس طرح نظر انداز کر دیا۔ گویا سنا ہی نہیں۔ سرسری طور پر صرف اتنا جواب دیا کہ ”مندر“ میں مجھے گریز و سے ملنے کا بہت کم اتفاق ہوتا تھا۔“

”اس صورت میں عجب نہیں“ ڈیوکنے نے اس طرح کا بے تکلفہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے جس کا وہ بظاہر ایک میزبان کی حیثیت میں اپنے آپ کو حقدار سمجھتا تھا۔ کہا ”عجب نہیں کہ آپ اس ملک میں نہایت سرکش دلوں کو مطیع کرنے اور جو ان میں سب سے زیادہ دغا دار ثابت ہو۔ اس پر قابض ہونے کے لئے ہی تشریف لائی ہیں۔“

”پھر یقین دلاتی ہوں کہ ان بے شمار قیاسات میں سے جو اپنے پیش کئے ہیں۔ ایک بھی صحیح نہیں۔ اندر نے کسی قدر سنجیدگی کے لہجہ میں کہا۔ گویا تک اس کا مدیہ ہر لحاظ سے اخلاق آئینہ تھا۔ پھر وہ جلدی سے کہنے لگی۔ چونکہ دن بھر نواح کی سیر کرنے سے اٹھ کھال غالب ہے اس لئے آپ کی اجازت سے اب میں آرام کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔“

اتنا کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ مابچ موٹ نے پہلے گھنٹی بجانی پھونکنے کے بعد کر دروازہ کھول دیا۔ اس کے بعد جب اندر اچانک لگی۔ تو اس نے ماتھے کا سہارا پیش کیا۔ مگر اس نے یا تو اسے دیکھا نہیں۔ یا اس کی امداد کو قصداً نظر انداز کر دیا۔ اور اپنے خوشنما سر کو انداز اخلاق سے غم کے کرکرہ سے رخصت ہو گئی۔ خواب گاہ میں پہنچی۔ تو دو خدا دماؤں حاضر تھیں۔ ان سے اس نے سرسری طور پر صرف اتنا کہا۔ ”کیا ڈجیں آگئیں؟“

”ماں ہانوا آگئیں۔“ ایک نے دوسری کی طرف پرستی نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ مگر ان کی طبیعت زیادہ ناساز تو نہیں ہے یا“ راجکمار نے پوچھا۔

”جی نہیں۔ اطمینان فرمائے کہ وہ صبح تک اچھی ہو جائیں گی۔“

”خدا کرے ابا ہو۔“ اندر نے دعا یہ انداز سے کہا۔ ”مجھے ان کی نسبت بہت فکر ہے کیونکہ ڈیوکنے کی زبانی معلوم ہوا۔ ریگ صاحب نے یہ طویل سفر میری ملاقات کے لئے ہی اختیار کیا تھا۔ مگر صحت راہ سے بیمار ہو گئیں۔“

خدا دماؤں نے پھر ایک دوسرے کی طرف متنی خیز نظروں سے دیکھا۔ اندر ان کی ساری حرکات دیکھ رہی تھی۔ مگر کسی اشارہ یا کنایہ سے دلی خیالات ظاہر نہ ہونے دیتی تھی۔ خدا دماؤں نے اس کو تباہی لباس میں بددوی۔ اور اس کے بعد رخصت ہو گئیں۔

ہمارے ناظرین غالباً پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ ڈچس آف باچ سوٹ ہرگز قصر اوک لینڈس میں نہ آئی تھیں۔ دراصل ان کی آمد کا ہمارے ڈیوک کو دم آخر میں سوچا تھا۔ اور اس نے اسٹیج سے ریڈم جینیک کے منورہ سے سوچی ہوئی تجویز میں اصلاح کی صورت پیدا کرنے کی فکر کی تھی۔ ڈیوک نے سوچا تھا کہ میری چنانکہ اندر اسے پہلے کی واقفیت انہیں۔ اور اس کی خصلت سے بے خبریوں... کیونکہ جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ اس نے ایک دوبار سے دہر سے ہی گاڑی میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا... اسلئے آخری وار سے پہلے اگر ایک سرسری ملاقات میں اس کی سیرست کا صحیح اندازہ کرنے کی کوشش کی جائے تو خوب ہوگا۔ علاوہ یہیں دوبار اس ناظرین کو فاصلہ سے دیکھنے کے بعد اس کے سینہ میں آتش شوق اس درجہ بھڑک گئی تھی کہ وہ کسی بہانہ سے لذت قرب حاصل کرنے کو بے قرار تھا۔ اسی لئے وہ قمار کے چیلہ سے اوک لینڈس آیا۔ اور اتنے ہی نوکروں کو حکم دیدیا کہ ہر شخص یہی ظاہر کرے کہ سرکار کے ساتھ ڈچس بھی آئی ہوئی ہیں جس وقت واردہ پردہ سیر کے بعد ابھکاری کے ساتھ واپس ہوا تو ڈیوڈ ہی میں ایک نوکر نے یہی بات اس سے بھی کہہ دی تھی

ڈیوک آف باچ سوٹ کے دل میں ابھکاری اندر اس کے لئے جو ناپاک کشش پیدا ہو چکی تھی۔ اس کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھا و شور نہ ہوگا کہ اس کے سامنے آکر ڈیوک کے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ جسے وہ فاصلہ پر دیکھ کر سوہنہ راجان سے فدا ہو چکا تھا۔ اب اس حسن و کمون کے نظارہ قریب سے اور بھی وارفتہ کر دیا۔ اندر کی خوبصورتی ڈیوک کی بعید تربیا امیدوں سے بڑھ کر نکلی۔ زمانہ حسن و جمال کا جو انتہائی معیار وہ اپنے ذہن میں سمجھ چکا تھا۔ اسے آج اس نے اپنی آنکھوں سے کچھ دیا۔ اندر کے بلورے پیامنے ڈیوک کو بے قرار کر دیا۔ اور اسے کچھ کسراؤ بخش نے اور تقویت حاصل کی کہ اس ملکہ پرستان پر قبضہ کرنے کو اگر کچھ آدھی ریاست بھی لٹا دینی پڑے۔ تو یہ انہیں مشرقی حسن کا یہ جانتان نظارہ ڈیوک کا امیدوں سے اس درجہ بڑھ کر نکلا کہ کمرہ نشست میں اندر اسے گفتگو کرتے ہوئے وہ بمشکل اپنے اضطراب کو ضبط کر سکا۔ اس میں شک نہیں اس کی بیگم ایک نہایت حسین عورت تھی۔ مگر وہ بہت مدت ہوئی اس کی دلکشی اور لبر سے سیر ہو چکا تھا۔ ریاست کی بیش قرار آمدنی سے اس نے ہر ملک ہر قوم کے حسینوں کی بہار لوٹی۔ اور اب ایران کے ایک مشہور بادشاہ کی طرح اسے بھی ہر لذت سے نئے نئے انگرخان شیریں ادا کی طلب ہونے لگی۔ ابھکاری

اندر کی فٹ میں ڈیوک کو وہ سب اوصاف نظر آئے۔ جو اس کے مردہ جذبات کو خبر کا اور
اُنک کرنگہ میں خیرگی پیدا کر سکتے تھے۔ اس نے اس نے سوچا کہ اگر اُن لکھ حسن پر نبضہ کرنے میں
کا میابی ہو جائے تو پھر میرا جینا راحت حقیقتاً ابریز ہوگا۔ اپنے موجودہ اضطرا دیں وہ اس مطلب
کے لئے جبر تک سے کام لینے کو بھی تیار تھا۔ یہی وجہ ہے کہ راجکاری کے سامنے وہ اپنے رویہ اخلاق
کو شکل برقرار رکھ کر اس کی طرف حلیانہ نظروں سے دیکھتا رہتا تھا۔ مگر اب اس کے چلے جانے
پر کمرہ نشینت کی تنہائی میں اسکی بے قراری نے بہت جلد نمایاں صورت اختیار کر لی۔ اور وہ بہت
دیر تک اپنے تخیل میں اس راحت کے منے لیتا رہا۔ جو مغربی اس غارین کے وصل سے حاصل
ہوا چاہتی تھی۔

مگر آئے ہم دیکھیں۔ اس عرصہ میں راجکاری اندر پر کیا گزری۔ جب غلاموں کے چلے جانے
پر اس نے کمرہ کا دروازہ بند کیا تو ایک بار پھر اس کی آنکھوں میں وہی عجیب چمک پیدا ہوئی
اور ایک بار پھر اس کے سرخ مونوں پر ناقابل بیان حقارت کا اثر ظاہر ہوا۔ اوک لینڈس آتے
وقت وہ اپنے ساتھ جو تکس لائی تھی۔ ان میں سے ایک کے پاس جا کر اسے کھولا۔ اور کوئی
چیز نکال کر اسے بستر کے کپڑوں میں چھپا دیا۔ اس کے ہندوہ ریشمی عمارت اور ڈھک لیتا چاہتی تھی
کہ دروازہ ہو کسی نے وہی آواز سے آہٹ پیدا کی۔ اندر اس نے اس طرف دیکھا تو معلوم ہوا کسی
نے کاغذ کا ایک تہ کیا ہوا پڑا ہندوہ دروازہ کی راہ سے داخل کر دیا ہے۔ وہ فوراً پلنگ سے
اُٹھ کر اس طرف گئی۔ اور کاغذ کو نکال کر کھولا۔ اس پر صرف چند سطریں درج تھیں۔ جنہیں
اس نے ایک ہی نظر میں پڑھ لیا۔ کھنکھاتا رہا۔

باوجود دریا آپ کی اگر بدختر میں ہے۔ دُچس یہاں نہیں ہیں۔ اور ڈیوک آف مارچ
مونٹ اکیسے ہی آئے ہیں۔ اس قدر کہ پڑھ کر جدا دیکھئے۔ اور حقاً طریقہ۔ شاید آپ نے سمجھ لیا
ہوگا اس کا فرسیدہ کون ہے۔

اندر اجان گئی۔ کہ یہ بڑھے داروغہ کی شرافت اور حسن سلوک کا تازہ ثبوت ہے۔ میر
ہشتم جل رہی تھی۔ اس نے کاغذ کے سرے کو آگ لگا دی۔ اور وہ جلنے لگا۔ تو اسے آتش ان
میں پھینک دیا۔ پھر اس شخص کے انداز سے جو سمجھتا ہو کہ آپ کیا پیش آئے گا۔ اور اس کا مقابلہ
کرنے کو تیار رہیں۔ دوبارہ پلنگ پر لیٹا چاہتی تھی۔ کہ دروازہ کھلا۔ اور ڈیوک آف مارچ مونٹ
داخل ہوا۔

اُسے دیکھ کر اندر کے سانس بے اختیار رُخت آہ نکلا۔ اور اس نے فوراً اٹھ کر وہی خنجر جو ناز بالٹل کے نیچے چھپا رکھا تھا اٹھایا۔ پھر بائیں ہاتھ سے سینہ کے پاس لباس میں خنجر کو مضبوط پکڑ کر دائیں گوج میں خنجر تھا سسر سے ادباً اٹھاتے ہوئے اس نے کڑی آواز سے کہا۔ ”ہاں ہتھیار کو ہتھیار ڈال دو اور یاد رکھو۔ اگر تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو یہ فوراً تمہارے سینہ کے پار ہوگا“ خنجر کو دیکھ کر ڈیوک آٹ مارچ مونسٹ گھبرا گیا۔ اور تائباً اس ہوا کہ الفاظ صحیح طور پر اسکی کیفیت ظاہر نہیں کئے۔ چہرہ لاش کی طرح زرد پڑا۔ اور وہ لڑکھڑاکیں میں طرح پیچھے ہٹ گیا کیسی نے اچانک میں اس پر وار کر دیا۔

”اس لئے جاؤ۔“ اندر نے شانہ جلال سے دروازہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اور خواہ لے اس کے آئینک بل کا نتیجہ سمجھا جائے۔ خواہ اس غصہ، نفرت اور جوش کا جو اس کے چہرہ سے ظاہر ہو رہا تھا۔ یا ممکن ہے خنجر کی یاد اور ایک پاک عصمت عورت کے استقلال نے ڈیوک کو مرعوب کر دیا ہو۔ بہر حال وہ اُسے پاؤں میں ہونگیا۔ اسے ایک لمحہ کو بھی مبالغہ کی جرأت نہ ہوئی زور و اور خستہ ہر اندام وہ مار کھائے بچنے کے کی طرح دم دبا کر چلا گیا۔

اس کے جانے پر جھکا رہی نے زور سے گھنٹی بجائی۔ مگر خنجر کو کچھ اسی بکس میں رکھ دیا جس سے پہلے لگا لگتا۔ گھنٹی کی آواز سن کر انہی خادموں میں سے ایک جو تبدیل لباس کے وقت حاضر تھیں۔ کمرہ میں داخل ہوئی۔ اس سے مخاطب ہو کر اندر نے کہا ”میں یہاں اکیلا سونا نہیں چاہتی۔ اس لئے تمہیں اسی کمرہ میں میرے پاس سونا ہونا چاہئے۔“

اس نے دروازہ کو اندر سے بند کر دیا۔ اور کچھ سر ہانے رکھ کر پلنگ پر بیٹ گئی۔ خادمہ کو اعتراض کی ذرا بھی جرأت نہ ہوئی۔ نہ اس نے کچھ رائے زنی کی۔ وہ جان گئی کہ سرکار کو اس جگہ سے خفست کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اور سچ پوچھتے تو اسے اس کا اندیشہ بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس عرصہ تبدیل میں ہی جو اندر اکیلا رہتے گزرا تھا۔ سب نوکروں و خادموں اس کے اخلاق حسنہ کے مداح بن چکے تھے۔

اس طرح وہ سات یا کبار اندر نے حفاظت کا معقول انتظام کر کے بڑے اطمینان کے ساتھ بہرہ کی۔ مگر حقیقت میں خادمہ کو اپنے پاس سلامت سے اس کا منشا اپنی حفاظت میں کسی طرح کی مداخلت نہ تھا۔ کیونکہ اسے کامل یقین تھا۔ کہ ایسا بزدل شخص جو ایک لمحہ تابعدارِ محنت نہ لاسکے دوبارہ ادھر آنے کی جرأت نہ کرے گا۔ اس کا مدعا فقط یہ تھا کہ میرے خلاف ہنگامی

کا خفیہ ترین امکان نہ رہ جائے۔ اسی نیت سے اس نے گھنٹی کو زور سے بجا کر خادمہ کو طلب کیا اور رات کو وہیں سوئے کے لئے مجبور کیا تھا۔

مگر دوسری جانب ڈیوک آف ہاپچ مونٹ نے وہ رات یکے بسری کی؟ افسوس ہم اس کا حال نہیں کہہ سکتے۔ مایوس و مغلوب رعشہ بر اندام وہ جس کمرہ میں گیا۔ وہاں اس کی حالت دیکھنے والا خائف عالم کی مہمیں آنکھ کے سوا کوئی نہ تھا۔ مگر صبح کو باہر نکلا۔ تو صورت کہے دیتی تھی کہ یہ رات اس نے بہت خوفناک حالت میں بسر کی ہے جسم لاغر۔ آنکھیں خمار آلود اور چہرہ اس قدر راتہ ہوا تھا گویا ایک رات کے عرصہ میں ڈیوک کی زندگی نے بارہ برس کا فاصلہ طے کر لیا تھا!

چھ رات نیچے کے قریب وہ کمرہ سے باہر نکلا۔ تو اس کے ماتھے میں ایک خط تھا جسے اس نے ایک خادمہ کو پاس بلا کر اس کے حوالہ کیا۔ اور کہنے لگا اسے مشرقی خاتون کے کمرہ میں لے جاؤ۔ اور جواب ملاؤ۔ خط کا مضمون مختصر یعنی محض اس قدر تھا کہ کسی کے حسن و سحر افروز نے میری نگاہ میں خیرگی اور دماغ میں جلیان پیدا کر دیا تھا۔ اس لئے جو کچھ سداہ ایک مغلوب و مجبور آدمی کا فعل تھا۔ بس کی اس میں تپتے دل سے معافی چاہتا ہوں۔ میں عنقریب یہاں سے رحلت فرما جاؤں گا۔ مگر جانے سے پہلے صرف پانچ منٹ آپسے ملنا چاہتا ہوں۔ امید ہے آپ کو میرے الفاظ معافی سننے سے اذیت نہ ہو گا۔ بھڑکی ویر میں خادمہ اس خط کا زبانی جواب لیکر واپس آئی جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ معافی ہی مانگنا چاہتے ہیں۔ تو میں پانچ منٹ کی ملاقات منظور کرتی ہوں۔ اب سے آدھ گھنٹہ بعد میں نشست گاہ میں پہنچ جاؤں گی اور وہیں آپسے ملوں گی۔

بد نصیب ہاپچ مونٹ نے یہ آدھ گھنٹہ کمرہ نشست میں جس بے قراری سے بسر کیا۔ الفاظ اس کی کیفیت بیان نہیں کر سکتے۔ نگاہ سے فکر اور بے رنگ لبوں کی حرکت سے فہمی اضطراب کی شدت ظاہر ہوتی تھی۔ ٹھیک آدھے گھنٹہ کے بعد دروازہ کھلا۔ اور راجکاری داخل ہوئی اس نے صاف اور سادہ سفری لباس پہنا ہوا عوام جس کا تنگ گریبان اور چست تراش اس کے اعضا کی سوز و زینت کو خوش السوٹی سے نمایاں کرتے تھے۔ اور نگاہ کی سرد مہری باقی جذبات پر جاری تھی۔ کمرہ میں آکر اس نے سادہ رسمی آواز سے کہا۔ ”کیا آپ مجھے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟“

”بالو خدا کے لئے میری خطا سے درگزر فرمائے“ مصیبت زدہ ڈیوک نے کہا۔ ”میں ہمارا ہوں۔ جو کچھ ہوا وہ شرمناک تھا۔۔۔“

”گو ڈیوک آف ہاپچ مونٹ سے بعید نہ تھا۔“ راجکاری نے طنز آکھا۔ ”کیا ہے جو ہمیں کے“

بند نہیں کر سکتے؟

”بھر بھی جو کچھ ہوا وہ...“ ڈیوک نے رُسکے ہوئے کہا: ”حیران ہوں کیا کہوں... میری لائے میں جو ہوا وہ اہمیت سے خالی نہ تھا۔“

”بے شک نہ تھا۔“ اندرانے جواب دیا: ”کیونکہ اس سے ظاہر ہو گیا۔ ایک عصمت تاب عصمت ایمان بچانے کے لئے دشمن کو ہلاک کرنے سے دریغ نہیں کرتی۔“

”مگر میں پوچھتا ہوں۔ آخر کس لئے آپ نے“ ڈیوک نے سر سے پاؤں تک کانپتے ہوئے کہا: ”کس لئے آپ نے وہ... وہی خنجر ہاتھ میں لیا تھا؟“

”میرے ملک کا ج ہے کہ غیر مقام میں رہتے ہوئے عورت اپنے بچاؤ کا سامان پاس رکھتی ہے۔“ اندرانے سر دھری سے جواب دیا۔

”تو کیا وہ خنجر آپ کو محض اتفاقاً مل گیا تھا؟“ ڈیوک نے گھبرا کر پوچھا۔

”ہاں۔ اتفاقاً۔“ اندرانے اسی لہجہ میں جواب دیا۔

”مگر کہاں؟ کس جگہ؟“ ڈیوک نے سوال کیا۔ اور وہ اس طرح اسکے چہرہ کو گھور کر دیکھنے لگا۔ گویا اس ظاہری ساکن کی تہ میں اصل حقیقت تلاش کر رہا تھا۔

”وہ خنجر مجھے آپ ہی کے مکان کے ایک حصہ میں پڑا ہوا مل گیا تھا۔“ چکاری نے جواب دیا۔ ”مگر میں پوچھتی ہوں۔ اس جگہ کا مطلب کیا ہے؟“ وہ تھوڑے سا دم ہوا تھا کہ آپ مجھ سے معافی مانگا چاہتے ہیں... مگر نہیں!“ اس نے دفعتاً رگڑ کر کہا۔ اور آپ اسکی سرنگیں آنکھوں سے

تھرا سے نکل رہے تھے۔ اس تسلیت کی معافی جو رات کو ظہر میں آئی۔ غیر ممکن ہے۔ کوئی

الفاظ میں جن کے وزیر اس سیاہ کاری کی نذر نہ خواہی ہو سکتی ہے؟ خیر اتنا جان لیجئے۔ کہ آپ کی غرض میں پہنچا ہی سمجھ گئی تھی۔ اور بگیم کی آمد اور بیماری کا ہانا جو آپ نے پیش کیا تھا۔ اسکی تہ کا حال مجھے بھی معلوم ہو گیا تھا۔ میں اس راز کے مقابلہ کو تیار تھی۔ اور آپ نے دیکھ لیا یہ تیاری کس درجہ تک تھی۔“

”تو کیا آپ میری خطا معاف نہیں کر سکتیں؟“ کی جو کچھ ہوا اس سے رگڑ کر غیر ممکن ہے؟“ ڈیوک نے پریشانی کی حالت میں پوچھا۔

”معافی! درگزر! اس ناپاک سازش کے لئے جو آپ ایک عورت کے ناموس کے خلاف سوچتی تھیں، یہ غیر ممکن ہے۔“ اور اتنا کہہ کر اندرا کمر بستہ ہوئے۔ واپس جانے کے لئے مڑی

”خدا کے لئے بھڑکے۔“ ڈیوک نے التجائی انداز سے رستہ روکتے ہوئے کہا۔ اگر آپ معافی نہیں دے سکتیں تو کم از کم اس کا وعدہ کیجئے کہ آپ میرے حق میں ضرر رسانی کی کوشش نہ کریں گی۔“

”ہاں اس کا اطمینان رکھئے کہ میری طرف سے کسی کے سامنے اس واقعہ کا ذکر نہ ہوگا۔“ اندرا نے جواب دیا خصوصاً اس لئے کہ اس مقابلہ میں میری فتح اور آپ کی شکست ہر لحاظ سے مکمل ہے مگر تمنا آپ بھی یاد رکھئے۔ اس نے بڑھتے ہوئے جوش کے ساتھ کہا۔ ”اگر کبھی آپ کسی کے سامنے الفاظ یا کنایہ سے مجھے بدنام کرنا کی کوشش کریں تو معلوم ہوگا کہ آپ نے کسی وقت شراب کے نشہ یا غرور کی اس حالت میں جو ادب و باش مردوں پر ظاری ہو جایا کرتی ہے۔ کسی سے یہ کہنے کی جرأت کی ہے کہ میں آپ کے مکان میں پاک اتنی تھی۔ اور ناپاک ہو کر گئی مختصر یہ کہ اگر آپ نے کسی سے میرا ذکر اس طریقہ پر کیا۔ جس سے میری آبرو میں فرق آنے کا احتمال ہو۔ تو پھر میرا اقرار فرمنا ہو جائے گا میں اسی وقت کسی مجسٹریٹ کے پاس جا کر سب حال بے کم و کاست کہ دوں گی۔ اور ایسا کرتے ہوئے اس خبیث حال میں بے پوشیدہ نہ رکھوں گی جس کے دار سے آپ کی چمکی دولت ادنیٰ ست حاصل ہوئی تھی۔ عرض اس صورت میں میں آپ کی شرارت کا وہ انتقام لوں گی جو ہر لحاظ سے عبرتناک ہوگا۔ کیونکہ یاد رکھیے میں ایک عورت پرست ہندوستانی عورت ہوں جس کی بہنیں غیرت و حمیت کی چتا پر زندہ جھسم ہو جاتی ہیں میرا مقابلہ ان ہونی رکابیوں۔ چھوڑی ہوئی بڈیوں اور کھائی ہوئی قلعیوں یعنی ان بدکار عورتوں سے نہ کیجئے جن سے آج تک آپ کو واسطہ رہا ہے۔“

اتنا کہہ کر۔ ابھکاری مکرہ سے واپس ہوئی۔ اس کے جانے پر ڈیوک نے دروازہ بند کر لیا۔ اور ایک صوفے پر گر کر اپنی حالت پر غور کرنے لگا۔ غور ٹی وی میں ایک نوکر نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ خاتون اندرا نے حکم دیا ہے سرکار کی سادہ گاڑی ان کے لئے تیار کی جائے۔ وہ اس میں سوار ہو کر آپ کے قصبہ میں جہاں سفری گاڑی مل سکے جانا چاہتی ہیں۔ انہوں نے کہا ہے۔ میں آدھ گھنٹہ کے اندر یہاں جمعیت ہو جاؤں گی۔

ڈیوک نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور نوکر واپس چلا گیا۔ بہر حال اس خیم کا اصل مدعا باج سونٹ پر ظاہر ہو گیا۔ جو یہ تھا کہ اندرا چونکہ خود اس جگہ سے رخصت ہو جانا چاہتی ہے۔ اس لئے اب ڈیوک کا اپنے تحریری اقرار کے مطابق وہاں سے چلے جانا ضروری نہیں۔

تھوڑی دیر میں گاڑی تیار ہو گئی۔ اور راجھاری اس پر سوار ہو کر قصر وک لینڈس

سے رخصت ہوئی۔ چلتے وقت اس نے کچھ رقم پروس کے حوالہ کی۔ کہ اسے نوکروں میں حصہ سدی تقسیم کر دے۔ گو حقیقتاً ان میں بہت کم کسی انعام کے مستحق تھے۔ کیونکہ انہوں نے ڈیوک کے اس فرضی نصاب کی تائید میں کافی حصہ لیا تھا۔ کہ ڈیوک بھی اوک لینڈس آئی ہوئی نہیں۔ خود پروس کو اس نے ایک اور معقول رقم پیش کی۔ اور علیحدگی میں اس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ کہ اس نے وقت پر رقم لکھ کر اسے ڈیوک کے ناپاک ارادوں سے خبردار کر دیا تھا۔ مگر خیر کی نسبت اس نے اس سے کچھ نہیں کہا۔

ڈیوک آف بارچ مونٹ کمرہ نشست کی کھڑکی سے اندر کو رخصت ہوتے دیکھا کیا۔ آخر جب گاڑی چلی گئی۔ تو وہ تیز چلتی ریزہ کی راہ سے اس کمرہ میں گیا۔ جہاں وہ اپنے زمانہ قیام میں فروکش تھی۔ وہاں اس نے ہر طرف خیر کو تلاش کیا۔ مگر نہ پایا۔ دوبارہ کمرہ نشست میں تپس آکر وہ اس خیال سے پروس کو بلانا چاہتا تھا۔ کہ اس سے کچھ سوالات دریافت کرے۔ مگر کسی خیال سے رک گیا۔ اور کھانا کھانے کے کمرہ کی طرف چلا۔ اشتہا مطلق نہ تھی۔ البتہ پیاس کی شدت سے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ اس نے رائیں کی سرد اور مسکن شراب طلب کی۔ اور اس کے کئی جام پی کر لباس تبدیل کرنے گیا۔ اس سے فارغ ہو کر وہ سیر باغ کے لئے نکلا۔ وہاں کئی گھنٹے واقعات پیش آمدہ پر غور و فکر کرتا رہا۔ اس کے دل میں۔ ہر قدم پر نئے اندیشے پیدا ہو رہے تھے۔

واپس آیا۔ تو شام کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ ایک بار پھر اس نے پروس کو بلا کر اس سے سوالات پوچھنے کا ارادہ کیا۔ مگر اب بھی رک گیا۔ دسترخوان پر ڈیوک نے تنہا چند نعیم زہر مار کئے۔ اور پھر کسی بے قرار روح کی طرح آوارہ پھرنے لگا۔ شب کی سیاہی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ کہ محل میں واپس ہوا۔ اور ایک غصہ بردار نوکر کو ساتھ لے کر کمرہ نشست کی طرف چلا۔ وہاں اس نے یکایک ارادہ مضبوط کر کے نوکر سے کہا۔ پروس کو اس جگہ میرے پاس بھیج دو۔

چند منٹ کے عرصہ میں بدھ داروغہ آتا کہ پاس آ گیا۔ مگر ڈیوک کو پھر بھی سوالات پوچھنے میں تامل تھا۔ آخر جی کوڑا کر کے کہنے لگا۔ پروس کل رات ایک ایسا عجیب و غریب نغمہ سن رہا ہے جس کا ذکر تم سے کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ گو ساتھ ہی معاملہ اتنا سنبھل رہا ہے۔ کہ میں کئی بار اس کا ذکر کرتے کرتے رک گیا ہوں۔

داروغہ جیون تھا ساخزیدہ کو نہ دلا دیا ہو گا۔ جس کے لئے آقا کو اتنی تشویش ہے۔ پھر لیل
آیا کہ دن کا اشارہ غائب اس فوسناک سانچہ کی طرف ہے۔ جو انیس سال پہلے سابق ڈیوٹ
آف دیج مونٹ کے قتل کی صورت میں پیش آیا تھا۔ کیونکہ پہلے جب کبھی ایسی تہیہ ضرورت کی
جاتی ہے تو یہی دکھایا کرتا تھا۔

”پروس“ آخر کار ڈیوٹ نے کہنا شروع کیا۔ ”میں دراصل اس مشرقی حبیبہ کی نسبت
جو صبح یہاں سے رخصت ہوئی ہے۔ کچھ منصوبہ رکھتا تھا۔ گو بدیہا تم سمجھ سکتے ہو۔ اس کا تعلق
تم لوگوں سے نہیں میری اپنی ذات سے ہے۔ مگر میں نے اس عورت کی فطرت سمجھنے میں غلطی
کی۔ میں اسے عیش پسند۔ راحت طلب سمجھتا تھا۔ اور وہ خشک اور دمکھی ثابت ہوئی۔ مگر
جو بات میں خاص طور پر تھمے پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ بات کو میں نے اس کے پاس جو
مختیار دیکھا... وہ وہی خنجر تھا جس سے میرے بدن صیب بھائی نے...“

”آہ۔ وہ خنجر! بڑھے داروغہ نے حیرت زدہ ہو کر کہا

”معلوم ہوتا ہے۔ تم اس سے بے خبر نہیں ہو۔“ ڈیوٹ نے کہا۔ ”دیکھو مجھ سے نہ چھپاؤ
تم سمجھ سکتے ہو ایسی رنجہ چیز کا بیکاریک نظر آتا کتنا الٹا دکھاتا ہے...“
”مائی لارڈ مجھے سخت رنج ہے۔“ پروس نے رکتے رکتے کہا ”مگر میرے خیال میں...“
”رکتے کیوں ہو؟ جو حال معلوم ہے۔ بے کم و کاست کہہ دو۔ اور اگر تم سے کوئی غلطی ہوئی
ہے۔ تو اطمینان رکھو۔ میں اسے معاف کر دوں گا۔“ ڈیوٹ نے کسی قدر جوش کی حالت میں کہا۔
”مائی لارڈ۔ آپ سے پروہ نہیں وہاں میں اس خاتون کو محل کی سیر کرتے ہوئے اس جگہ
لے گیا تھا۔ جہاں کچھ نادرات جمع ہیں...“

”میں سمجھا۔“ ڈیوٹ نے جلدی سے کہا۔ ”تمہاری مراد اس گلے سے ہے۔ جہاں زرنگار رکھو ہیں
ایک کھانسی سا باہر کو نکل گیا ہے۔ مگر وہ خنجر...“
”سرکار وہ خنجر کئی سال سے اس کو لکی میں رکھا رہتا تھا...“
”کس کے حکم سے؟“

”کیا عرض کروں“ بڑھے داروغہ نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ ”حکم تو سرکار کے سوکس
کا چلتا ہے۔ ہونی مجھے بے وقوف کے دل میں آ گیا۔ اور میں نے اس خنجر کو سمجھا لیا کہ وہ لیا
موت تک وہ ایک خفیہ دار زمین بند رہا۔ مگر میری ہمتی کہ چہنچا سمجھ کر اس خاتون کو بھی دکھا

دوبارہ اس نے بلدیہ کی خفیہ کالنی کا حال دریافت کیا۔ جو میں نے بیان کر دیا۔۔۔“

”بس تاہم ہو گیا یہ سب تمہاری حماقت کا کرشمہ تھا۔ ڈیوگ نے بے بسی سے فزٹن میں
پاؤں مارتے ہوئے کہا۔ ”تم اس کو ساتھ ساتھ لئے پھرتے نہ وہ کم جنت اس خنجر پر مانتہ ڈالتی۔ مگر
اب دیگر وہاں وہیں رکھ گئی ہے یا ساتھ لے گئی؟“

”ساتھ لے گئی“ پروس نے انداز حیرت سے کہا ”میں سرکاری غیر ممکن ہے۔ ایسی شریف
عورت سے کیونکر امید ہو سکتی ہے۔۔۔“

”بس۔ یہ باب بک چھوڑ دو۔ اور میرے ساتھ چلو۔“ ڈیوگ نے پریشان ہو کر کہا اور وہ
ایک جلتی ہوئی شمع مانتہ میں لے کر کمر سے باہر نکلا۔

پروس بھی پیچھے پیچھے ہوا۔ دونوں اسی طرح اس وسیع کمرہ کی طرف روانہ ہوئے جس کے
دوڑگا پردوں اور سنگ مرمر کے پل پاؤں کا ڈکر میشر ہو چکا ہے۔ ڈیوگ آف پارچ مونٹ غیر
معمولی تیزی سے چلتا اس میں داخل ہوا۔ مگر اندر قدم رکھتے ہی گھبرا کر تھیر گیا۔ لنگہ ایک طرف جم
گئی۔ اور منہ سے کلمہ خوف نکلا۔

”آقا کو ہمیت زدہ دیکھا کروں بھی ہر ساں ہو گیا۔ اور جلدی سے کہنے لگا۔ ”کیوں سرکار
کیا ہوا؟“

”تمہارے دیکھا وہ پردہ جو کوکلی کے باہر لنگ لٹے ہیں۔ اس سے ہلکا تھا؟“ ڈیوگ نے سوال کیا
اس وقت اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد تھا۔

”نہیں۔ مائی لارڈ۔ میں نے نہیں دیکھا۔“ پروس نے جواب دیا۔ ”غالباً اسے پردہ ہل گیا
ہے۔ یا شاید سنسنور کا وہم ہے۔۔۔“

”خیر وہم تو ہرگز نہیں۔ کیونکہ میں نے اس کو صاف طور پر چلتے ہوئے دیکھا ہے۔ البتہ ممکن
ہے کہ وہ اندر کے یکایک کھٹنے سے جو داخل ہوئی۔ اس سے پردہ میں بھی حرکت پیدا ہو گئی۔ مگر۔
آؤ۔“ اور یہ کہہ ڈیوگ بدستور جلتی ہوئی موم بتی مانتہ میں سے آگے بڑھا۔

دونوں کوکلی کے پاس گئے۔ مگر پارچ مونٹ کی نگاہ بدستور اسی پردہ پر لگی ہوئی تھی جسے
اس نے حقیقت یا محض اپنے خیال میں متحرک دیکھا تھا۔ بہر حال اب وہ صاف اور بے حرکت
تھا۔ لیکن پارچ مونٹ کے دل میں ایک ناقابل بیان۔ مبہم ہراس پیدا ہو چکا تھا۔ اور اگر داروغہ
کے روپرہ اظہار خوف کی شرم مانع نہ ہوتی۔ تو وہ ضرور اچھا طے پردہ کے پیچھے جا کر دیکھتا۔

اپنی کمزوری کو ضبط کر کے اس نے کہا کہ ہوس الماری کھول کر دیکھو کیا کچھ رکھا ہوا ہے؟
اس وقت ڈیوک آف مارج مونٹ شے نے اس طرح کھڑا تھا کہ الماری کا کھلا ہوا دروازہ
پس کے اور ہوس پردہ کے درمیان حاصل تھا جس نے ذرا دیر پہلے اس کے خوفناکہ کر دیا تھا۔ ہوس
نے خفیہ لگائی دبا کر در کھولی۔ اور کہنے لگا۔ ”دیکھئے سرکار۔ کچھ موجود ہے۔“

مگر اتفاقاً اس کے منہ میں ہی تھے کہ کسی نے صلی ہوئی شے کو مارج مونٹ شے کے ہاتھ سے
فرش زمین پر گرادیا۔ گھٹپ اندھیرے میں ڈیوک کے منہ سے کراہت کی آواز نکلی۔ اور وہ بے
ہوش ہو کر فرش زمین پر گر پڑا۔ یہ حال دیکھ کر ہوس کی گھٹکی جھڑ گئی۔ اور مانگیں لڑا کھڑے
لگیں۔

”مالی لارڈ مائی نارڈ۔“ اس نے سر اچھڑا کر کہا۔ اور اندھیرے میں بدقت اس مقام
تک گیا۔ جہاں ڈیوک آف مارج مونٹ کھڑے کھڑے گر گیا تھا۔ اس کا اپنا رنگ۔ قہر۔ دم
لگا ہوا اور ہوش بے ہوش پڑا۔ بندھ گئی خفیں۔ نامعلوم وجہ سے دل میں یہ خیال جاگزیں ہو چکا
تھا۔ کہ اتنا کہ ہلاک کر دیا گیا ہے۔ پاس جا کر ڈیوک کے بدن کو اندھیرے میں ٹھولا۔ مگر کوئی تیز
آواز یا بہت ہوا جن نہیں ملا۔ اب تک وہ انتہائی جرات سے کام لے کر وہیں اندھیرے میں کھڑا
تھا۔ مگر اب یہ ایک اس خیال نے طبیعت میں بھجائی کیا کہ شاید مجھ پر بھی حملہ نہ دارہ جائے۔ یہاں
اس خیال کے آتے ہی بدن کے روتے کھڑے ہو گئے۔ اور وہ بدحواس ہو کر بھاگا۔ خوش قسمت سے
کوئی اس کا مزاح نہیں چلا اور وہ بے حفاظت غلام گردش میں پہنچ گیا۔ جہاں ایک لمبے بل رہا
تھا۔ دھنکی دیکھ کر اس کی جان میں صہان آئی۔ اور وہ لمبے مانتہ میں ایک دو بار دوڑا۔ رنگارنگ
واپس گیا۔ لمبے کی روشنی میں اس نے چاروں طرف آنکھیں کھلا کر دیکھی۔ مگر کوئی
باتن آفاقی بے ہوش صورت کے سوا کوئی چیز جاندار یا جیہ نہان نظر نہ آئی۔ پاس جاتے ہی
معلوم ہوا کہ مارج مونٹ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول رہا ہے۔ ملاحظہ اسے کسی طرح کی چوت آفاقی
عتی۔ ڈیوک نے ایک لمبی لمبی سانس لی۔ پھر ایک بار دے کے سہلے اٹھ کر خوش نظر رہے
چاروں طرف دیکھا۔ اور دھنکی کو لمبے مانتہ میں لے پاس کھڑے دیکھ کر اس نے کہا۔ ”میں
یہ کیا آفا رہی جو ناگہاں پیش آئی؟ میرے بے ہوش ہونے کے بعد کیا ہوا؟“

”مالی لارڈ اٹھے۔“ دارہ غم نے سہار دیتے ہوئے گھبرا کر کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ گھر میں
چوہ ہیں۔“

”بس چپ؟“ ڈیوک نے جلدی سے لکھتے ہوئے کہا۔ مگر اس وقت اس کا چہرہ اتنا بھیاںک تھا کہ پروس ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

”یہ بناؤ تم نے کسی کی تو از بھی سنی تھی؟ کس طرح کے لحظہ تمہارے کانوں میں پہنچے تھے؟“ ڈیوک نے جلد جلد سوال کرنے ہوئے پوچھا۔

”مگر میں کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ خیالات ایسے ہوئے ہیں۔ اور حافظہ کام نہیں دیتا۔“ یہ کہتے ہوئے پروس نے ابھی ہونی نظروں سے اوجھڑا دھڑکھا۔

”سوچو۔ یاد کرو۔“ ڈیوک نے بے صبری سے کہا۔ ”یقیناً تم میری طرح بے ہوش نہ تھے۔“

”مگر سرکار جو اس قومیرے بھی قائم نہ تھے۔“ داروغہ نے گھبراہٹ سے جواب دیا۔ ”اگر کسی دوسرے موافقہ پر شاہد اس کے الفاظ مل سکے خیر معلوم ہوتے۔“ اس آپ کو یقین دلانا ہوا۔ ”کوٹھڑی میں چڑھیں۔ اس لئے شورش مچانا چاہیے۔“

”چپ! میں حکم دیتا ہوں!“ ڈیوک نے سختی سے کہا۔ اور معلوم ہوتا تھا اس کی خود منصبی پر بحال ہو گئی ہے۔ ”لاؤ پلاسٹک بگے دور۔“

”شکر ہے کہ خنجر خنڈا ہے۔“ پروس نے الماری کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ جہاں کھلے ہوئے خانہ میں خنجر کا پھل لہب کی روشنی میں تیز جگمگ رہا تھا۔

”کیونکہ تم نے کیوں ایسا کہا؟“ ڈیوک نے یگانگت سے پوچھا۔ ”مگر داروغہ کی طرف گھورتے ہوئے پوچھا۔ اور وہ ڈیوک کی نگاہ غصہ کی تاب نہ لا کر دو قدم اور پیچھے ہٹ گیا۔

”مائی لاء ڈیو۔ میں نے سر میری ایسا کہا تھا۔“ اس نے جواب دیا۔ ”اندیشہ تھا کہ جو رٹنے اندیشہ میں اسکو نہ اٹھا لیا ہو۔“

”بس چپ رہو!“ ڈیوک نے پھر ویکسڈ ہار تھی سے کہا۔ اور داروغہ کے ہاتھ سے لپٹے کر اس نے تمام پردوں کے گھٹا گھٹا پچھو دیکھا شروع کیا۔ جو سنگ مرمر کے ستونوں میں جابجائی کے ہوتے تھے۔

مگر ہر قسم کی تلاش واک تفر کے باوجود وسیع کمرہ میں کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ اس سے غائب ہو کر ڈیوک پروس کے پاس گیا۔ اور کہنے لگا۔ ”دیکھو۔ اپنے خیالات کو جمع کر کے اور خوب سوچ کر جواب دو۔“

”میرے گرجانے کے بعد ہمیں کسی نئے قدموں کی آواز سنائی دیتی تھی؟ اندیشہ ہے کہ کسی کے تیز چلنے کی وجہ سے معلوم ہوئی تھی؟ بہتیں کسی شخص کی صورت نظر آئی تھی؟ اور تم نے کسی کو دروازہ کے پیچھے سے باہر نکلتے دیکھا تھا؟“

داروغہ نے اس طرح پٹی فی پرماتہ رکھا۔ گویا دماغی الجھن رفع کرنے کی کوشش کر رہا ہے
قریباً ایک منٹ سوچنے کے بعد اس نے کہا۔ "مائی لارڈ میرا خیال ہے کہ مجھے کوئی چیز نظر آتی
تھی..."

"کیا؟" ڈیوک نے جلدی سے پوچھا۔

"بھیرے۔ سوچکر عرض کرتا ہوں۔ آپ گہرا دینگے۔ تو خیالات جو دماغ میں جمع ہونے
لگے ہیں منتشر ہو جائیں گے۔ یہ کہتے ہوئے پروس نے بدستور پیشانی کو ماتھ سے دبائے رکھا۔ او
سوچ سوچ کر بولا۔ "میں میرا خیال ہے۔ میں نے ایک لمبی سیاحہ چیز کو پاس سے گزرتے ہوئے
دیکھا تھا۔ مگر اس کا سنہ نہیں تھا..."

یہ سن کر کہہ رہے ہو۔ امر واقعہ ہے یا محض وہم جس نے شدت خوف سے یہ صورت
افتخار کر لی ہے؟" ڈیوک نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

"نہیں مائی لارڈ۔" بد سے داروغہ نے یقینی الجھ میں جواب دیا۔ "جو کچھ میں عرض کرنا
ہوں۔ وہ محض وہم نہیں۔ امر واقعہ ہے۔ اور اب جو میں اجماعی طرح غور کرتا ہوں۔ تو یاد آتا ہے کہ
جہاں آپ الماری کی طرف منہ کئے کھڑے تھے۔ وہیں آپ کے پیچھے وہ لمبی تاریک صورت بچا ایک
مرد اور ہم کی تھی۔ اس کے بعد شروع کرنے سے اندھیرا چھا گیا۔ گھر مجھے کچھ یاد ہے۔ کہ تاریکی میں
کسی کے قدموں کی آواز ضرور سنائی دی تھی۔ میں اس بار ڈیر لیتی تھی مگر پرکھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ
اس وقت میرے اپنے دل میں اتنا خوف پیدا ہو چکا تھا..."

"خیراً و۔ قالین دیکھنے سے پتہ چل جائے گا۔" ڈیوک نے بیکار کہا۔

اس نے لمپ کو فرش زمین کے پاس لے جا کر قالین کو دو واڑہ اور پردوں کے پیچھے
نظر عجز سے دیکھنا شروع کیا۔ مگر اس پر قدموں کا نشان کہیں نظر نہ آیا۔ بیکار پروس نے کہا۔ "سرکار
ملاحظہ فرمائے۔ قالین پر جس جگہ پاؤں رکھا جائے۔ وہ فوراً اپنی سطح پر ابھرتی ہے۔ چنانچہ ہمارے
پاؤں کا بھی کوئی نشان نظر نہیں آتا۔ اس لئے یہ تحقیق لاحال ہے..."

"ہاں واقعی۔" ڈیوک نے تسلیم کیا۔ اور وہ لمپ ماتھ میں لیکر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر غصیدہ
آواز سے کہنے لگا۔ "پس سوچکر جواب دو۔ کیا حقیقت میں ہمیں کسی کے قدموں کی چاپ ستی
دی تھی؟"

داروغہ نے پرمیشانی و بارگاہ چارٹریج کیا۔ اور قریباً ایک منٹ کی گہری فکر کے بعد کہا۔ "مائی

لارڈ میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر آپ اس کے لئے آئینہ مجھس کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ کا خیال ہے۔ "اس نے سمجھتی ہوئی آواز میں پھر لے پن سے دریافت کیا کہ آواز نہ مٹانے سے ثابت ہوتا ہے جو کچھ نظر آیا۔ وہ انسان نہیں کوئی روح مٹی؟"

"خیر جانے دو۔ اور الماری بند کر کے میرے پیچھے چلے آؤ۔" دیوگ نے کچھ کھلی آواز سے کہا۔ اور اس پر قدم پر پھر برس اس کے چہرہ کی زردی دیکھ کر سہم گیا۔

دیوگ کے حسب حکم اس نے الماری کا وہ خانہ جس میں خنجر رکھا ہوا تھا بند کر کے باہر کھاروازہ منتقل کر دیا۔ اور دیوگ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اب اس کا آٹا کچھ سوچا ہوا کمرہ کے دوسرے حصے کی طرف جارہا تھا۔

دروازہ کے پاس وہ پھر ایک بار رکا۔ اور کہنے لگا۔ "پروں یہ عجیب اور ناقابل فہم واقعہ... مگر نہیں ناقابل فہم نہیں۔" اس نے جلدی سے کہا۔ کیونکہ جیسا تم نے بیان کیا ہے یہ بظہارت غالباً کسی بدعاش کی ہے جو پہلے سے اس جگہ چھپا ہوا تھا۔ اور اس سلسلے میں میرے سر میں خوار ہونے کے لئے موم جی کرادی۔ مگر جیسا میں کہہ رہا تھا یہ واقعہ اس قسم کا ہے کہ کوئی ایسا شخص کو پیشہ ہی رکھنا چاہیے کسی سے ذکر کیا تو نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ لوگ اساری لڑائی اور ہندوئی پرستیں تم سمجھ گئے کیا؟ دراصل میں نہیں چاہتا کہ سب کے لوگ فقیر اورکینہ کی نسبت عجیب اور پرانے قصے مشہور کریں۔ جنہیں سن کر نہ کوئی نوکر گھر میں رہتا منسلک کرے کہ نہ کوئی ایمان کو گمنے کی خیرات ہوگی۔ اس لئے میری نصیحت یاد رکھو کہ جو کچھ آج ثابت ہو رہا ہے اس کا ذکر کسی قیسرے آدمی سے ہرگز نہ ممانا چاہئے۔ بلکہ نوکروں کے پاس جاؤ۔ تو اپنی طبیعت کو ابھی طرح ساکن رکھ کے جاؤ کہ ان کے دلوں میں کچھ کچھ خیالات پیدا نہ ہوں۔

میں نے سرکار کا مطلب سمجھ لیا۔ "پروں نے جو آقا کی حکم پر رہی ہمیشہ فرض سمجھتا تھا جواب دیا۔

اس کے بعد دیوگ کمر نشست کی طرف واپس ہوا اور دادہ غدا اپنے کمرہ لا چلا گیا۔ کیونکہ وہ چلتا تھا۔ کہ ہر قسم کی کوشش کے باوجود میری پریشانی چھپائے نہ چھپے گی۔ اور نوکروں کو میری حالت دیکھ کر ضرور شک ہوگا۔

رات کے گیارہ بجے ہر شخص اپنے اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ اور ایک لینٹن کے غلط نشان محل میں چلنے لگا۔

باب - ۵۶

خونفک رات

آدھی رات گزرنی لگی۔ اور جب بیداری اور بے قراری کے بعد وارہ و فرہ میں پر غنودگی کی وہ حالت طاری ہونے لگی تھی۔ جو ابھی نیند کا پیش خیمہ ہو ا کرتی ہے۔ زرد نگار مکہ کے پراسرار واقعات کے بعد وہ اس نیک فکر و مضطرب کی حالت میں کروٹیں بدلتا رہتا تھا۔ اور اب مشکل سے نیند کی ایک چھپکلی آنی تھی کہ دورِ اناہ بکھٹنے کی آواز سر کرچونک گئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ کوئی شخص جس کا چہرہ بالکل لاش سے ملتا تھا۔ اس کی طرف آ رہا ہے۔ فرط خوف سے اس کے منہ سے سہجے سنکھنے لگی تھی۔ کہ اس نے پہچانا وہ چہ اس نے چلتی پھرتی لاش سمجھا تھا۔ درحقیقت اس کے آقا ایک آت مارچ سنٹ میں! واقعہ میں اس وقت ان کے چہرہ کی ندی لاش کی سپیدی سے کم نہ تھی۔ نگلے میں صرف ایک ڈریسنگ گون جن سے معلوم ہوتا تھا کہ شدت اضطراب میں باس کا خیال تک نہ کر کے خواب گاہ سے بید ہے اس طرف آ گئے ہیں۔ ان کے چہرہ سے خوف عظیم ظاہر ہوتا تھا۔ اور پاؤں مٹھاپوں کی طرح لڑکھڑاہے تھے۔ دروازہ بند کر کے انہوں نے سٹا کو صندوق پر بند کیا۔ اور خود اس طرح ایک کرسی پر گر گئے۔ گویا ٹانگوں میں سہارا دینے کی طاقت نہ تھی۔ صورت اور عام انداز سے صاف ظاہر تھا۔ کہ انہوں نے کوئی خوفناک نظارہ دیکھا ہے۔

پہلے آدھی یہ حالت دیکھ کر ڈر گیا۔ خیال آیا۔ ضرور کوئی نیا میتناک واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ کچھ دکھاؤ فرمائے سرکار نے اس وقت کیونکہ تکلیف کی۔ اور دشمنوں کی صورت سے آنا ہر اس کیوں ظاہر ہوتا ہے؟

دوبارہ نے جواب دینے کی کوشش کی۔ مگر ایک لفظ تک نہ کہہ سکا۔ اسی طرح سہمی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ اس طرف جس کا سر رگ وریشہ کانپ رہا تھا دیکھا گیا۔

”کچھ جھڑکوت نیا معاملہ پیش آیا ہے؟“ اس نے لرزہ بر اندام ہو کر دوبارہ پوچھا۔
 ”پہلے حیران ہوں تھا اب سوال کا کیا جواب دوں؟“ آخر کار راج موٹ سے اس طرح کی کھوکھی آواز میں جو آدھی نیند کے وقت بہت ہی خوفناک معلوم ہوتی تھی۔ کہا ”ستارہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ محض ایک خواب تھا۔۔۔“

”خواب! کیا خواب کے آدمی کی مصیبت اتنی زورور جاتی ہے جیسی حضورؐ کی ہے؟“ داروغہ نے پوچھا۔ ”مگر ممکن ہے۔ یہ خواب نئی واقعات کا تمہ ہو۔ جو زندگی کا کمرہ میں پیش آئے ہوتے۔“

”میرا خیال ہے ایسا ہی ہوگا۔“ مابج مونٹ نے جواب دیا۔ مگر اس کی صورت سے ظاہر ہوتا تھا کہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ اس کے دلی خیالات سے متضاد اور مختلف ہے۔

پدوس اب تک اتفاق کے بلذنگ چہرہ کو جس پر غمت کی انتہائی علامات نمودار تھیں۔ لبور ویکھ رہا تھا۔ ڈیوک آف مابج مونٹ کی آنکھیں بڑھے داروغہ کی تیز نگاہ کا مقابلہ نہ کیے غرض زمین کی طرف جھک گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے ایک گہری آہ۔ یا یوں کہنا چاہیے ایک لمبی مدہی گراہٹ جو ذہنی اذیت کی منظر بخشی تھی۔

”کیوں مگر وہ کیا خواب تھا جس نے حضورؐ کو اس راجہ پریشان کیا؟ پدوس نے آخر کار پوچھا۔ ڈیوک نے اس کا فوراً ہی جواب نہیں دیا۔ پہلے بہت دیر تک سوچا رہا۔ کہ مجھے اس سے سب حال کہنا چاہیے یا نہیں۔ آخر کسی فیصلہ پر پہنچ کر کیا کیا۔ سنو۔ پدوس میں سب حال کہتا ہوں۔“

”کیا پہلے نہ کار کو ذرا ہی شراب نہ لادوں؟ یا حکم ہو تو پانی حاضر کروں۔“ داروغہ نے یہ دیکھ کر کہا کہ ڈیوک کے حلق سے مشکل آواز نکلتی ہے۔

”بھیر وین خود ہی ذرا سا پانی پی لیتا ہوں۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔ اور وہ سرد پانی کی صراحی کی طرف گیا۔ جو باس ہی کھلی ہوئی تھی۔

اس وقت اس کے ذہنی اضطراب کی یہ حالت تھی۔ کہ جب گلاس بھرنے لگا تو وہ ماتہ کی لغزش سے بابا دصرچی سے ٹکراتا تھا۔ بہر حال وہ اسے پر کر کے لا جرحہ پئی گیا۔ اور بلا غصہ برطرف حقیقت میں پانی اس کے خشک گھلے پر اس طرح گزرا جیسے گرم لوہے پر گڑھا ہے۔ فارغ ہو کر وہ پھر اسی کرسی پر بیٹھ گیا جس سے اٹھا تھا۔ اور پرکس نے دیکھا کہ گلاس کا چہرہ اب بھی اتنا ہی زرد تھا تاہم آثار تشنج پہلے سے کم تھے۔

پہلے کی طرح ہلکی مری جونی آواز سے دکنستان شروع کرتے ہوئے ڈیوک نے کہا۔ تیری آنکھ بند ہونے لگی تھی۔ کہ اچانک کسی نامعلوم وجہ سے کھل گئی۔ میں نہیں جانتا کسی نے مجھے آواز دے کر بلایا تھا یا بھن کسی آہٹ یا اس سے آنکھ کھلی۔ بہر حال میں بیکایک جاگ گیا۔ اس کے باوجود اس نے دفعتاً رک کر کہا میں جب اچھی طرح غور کرتا ہوں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ دیکھا وہ بھن

ایک خواب تھا اور ایک بے حقیقت خواب کے لئے اتنا پریشان ہونا لاچار ہے۔۔۔
 ”ہاں اگر واقعی اس کا ذکر انجور ہے۔۔۔“ پروس نے کہنا شروع کیا۔

مگر ڈیوک نے جھٹ، بسکی طرف مگر حالت اضطراب میں کہا۔ ”کیوں بھلا نہیں کیونکہ منہم“
 ”مائی لارڈ مائی لارڈ“ عزیز نے نکمت آمیز لہجہ میں کہا ”میں حضور سے معافی چاہتا ہوں۔ دراصل میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا۔۔۔“

”خیر مضائقہ نہیں۔“ ڈیوک نے جلدی سے شہنشاہ کو کہا۔ ”خیر بھی تم دیکھ سکتے ہو ان پر اسرار واقعات نے جو ہمیں شام کو پیش آئے تھے مجھے کتنا گھبرا دیا ہے۔“

”سرکار ایسا ہونا قدرتی تھا۔“ داروغہ نے عذر خواہی کے طور پر کہا۔ ”میری اپنی یہ حالت ہے کہ سوئے کے وقت تک انہی دونوں کی طرف خیال لگا ہوا تھا۔“

”مگر پروس تم نے ان واقعات کا ذکر تو کروں سے تو نہیں کیا یہ ڈیوک نے پوچھا۔
 ”جی بالکل نہیں حضور نے منع ہی کر دیا تھا۔“

”بے شک۔ ان کو ڈرانا بے سود تھا۔“ اور ڈیوک اس شخص کے انداز سے جو زیر بحث ناگوار صحنوں سے حتیٰ الوسع بچنا چاہتا ہو رہو تو جی دیر چپ چاپ کرسی پر بیٹھا رہا۔ پھر اٹھا سہو نہیں دگا۔ اور اس کے بن پیر بیٹھ گیا۔ آخر کار اس نے کہا ”پروس اس کے بار بار میں چاہتا ہوں۔ اس خواب کی کیفیت تم سے بیان کروں۔“

”اتنا کہہ کر وہ چپ ہو گیا۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ وہ اس صحنوں کو باری برکھتا تھا جس چاہتا مگر کوئی زبردستی کشش سب حال کہنے پر باوجود کر رہی ہے۔“

”جیب میں تم سے کہہ رہا تھا۔“ اس نے آخر کار فیصلہ کن لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ ”میرا اٹھ گئی ہی تھی۔ کہ یکایک کھل گئی مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ کہ لمب حسب معمول جل رہا تھا۔ اس کی مدد میں میں نے غصے اور دھڑو دھڑو کیا مگر کوئی چیز نظر نہ آئی۔ چونکہ لمب کی روشنی مددگار ہوتی جا رہی تھی۔ اس لئے میں نے اٹھ کر ایک موم جیو پاس ہی رکھی ہوئی تھی جلدی۔ اور اس سے فارغ ہو کر پیر بستر پر لیٹ گیا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ہلنگ کے دو سری جانب ایک دروازہ تھا۔ شخص لبادہ پہنے کھڑا ہے۔ میں نے اس کا چہرہ دیکھنے کی بہت کوشش کی۔ مگر نہ دیکھ سکا۔
 ”اتنا کہہ کر وہ پھر چپ ہو گیا۔ پروس فرا حیرت سے منہ کھلے مزید علامات کا انتظار نہ کر سکا۔
 ”اچھا اس کے بعد“ آخر کار اس نے پوچھا۔ ”کیونکہ ڈیوک برابر خاموش تھا۔“

”پروس تم سے پردہ نہیں۔“ آخر کار مایہ نوح ٹوٹنے لگا۔ اس نے میرے ہاتھ پر تکیہ کرنا شروع کیا۔ میں نے اس کی بات کو دیکھا۔ مجھے بہت خوف ہوا۔ یا انہوں نے کہا یا یہ ہے کہ حالت خواب میں خوف کا احساس تمہارے لیے لگا۔ کیونکہ جہاں تک میرا خیال ہے جو کچھ نظر آیا۔ وہ حقیقت نہیں تھی۔ ایک خواب تھا۔ پھر بھی جیسا بعض اوقات ہوا کرتا ہے۔ اس خواب نے مجھے اتنا ہلکا کر دیا۔ کہ میں ذرا سی حرکت بھی نہ کر سکتا تھا۔ میری حالت اس شخص کی تھی جس کا بدن کسی ٹھکانے میں خواب سے سکتہ میرا لگتا تھا۔ مگر عرصے میں سب سوز ہو گیا۔ اس کے بعد وہ ایسا صدمہ ہوا۔ گویا وہ تاریک صورت میرے اوپر چھلک گئی۔۔۔ کیوں پر دس گیا یہ عجیب بات نہیں ہے یہ غالباً سارا حال سن کر تم بھی تسلیم کر گئے۔ کہ یہ سب محض ایک خواب تھا۔ اور بچھڑ گئی۔

یہ کہتے ہوئے قیوک آٹ ڈیج ٹوٹ کا بدن بہت زور سے کچا۔ اس کی قہقہہ اور ہنسی اور دو حالتوں کو دیکھتے ہوئے کہنا پڑتا تھا۔ کہ اس ظاہری اصرار کے باوجود وہ حقیقت میں ناقص پیش آمدہ کو خواب نہیں سمجھتا۔ ایک بار پھر اپنی کوئی سی سے اٹھ کر وہ سخت بے چینی کی حالت میں اس پر ہنسنے لگا۔ اور تھوڑی دیر بعد پھر وہیں بیٹھ گیا۔

جس طرح پروانہ شمع کو ذریعہ جل سمجھ کر بھی ہر بار اسی کی طرف آتا ہے۔ اسی طرح قیوک آٹ ڈیج مایہ نوح کے خیالات ہر ممکن کشمکش کے باوجود پھر اسی طرف کھینچا جاتا تھا۔ اس کی طرف کو دیکھتے تھے۔ پتہ نہیں چلتا کہ اس نے کچھ کچھ شروع کیا۔ وہ پر اسرار صورت تھی۔ اور چھلک گئی۔ نگہ باریت جو کچھ کہہ رہا ہو۔ محض ایک خواب کا حال ہے۔ اس خواب میں سب سے گہری سوز گہلی آواز میں چند الفاظ ایسے کہہ رہے ہیں۔ سن کر میرے خون میں ہلچل مچ گئی۔ ان الفاظ سے مراد کیا نہیں۔ اور مجھے یاد بھی نہیں وہ کیا تھے۔۔۔ فی الحقیقت میں نے ان کو سنای نہیں۔۔۔ اور سنا ہوتا تو ان کو دہرانا غیر ممکن تھا۔۔۔ اور رہا اس حشر کا سننا۔ اس

اب پھر میرے لیے وہ اس خواب دے رہے ہیں۔۔۔“
یہ کہتے ہوئے قیوک نے زور سے فرش میں پر پاؤں مارا۔ اور آٹھ کر کے چینی سے ٹپکانے لگا۔ پھر داروغہ آقا کی یہ حالت دیکھ کر پریشان تھا۔ اور رفتہ رفتہ یہ خیال اس کے دل میں جا کر بن ہوئے لگا کہ شام کے واقعہ نے عز و دان کے دماغ میں خود پیدا کر دیا ہے۔ اس کے سوا ان کے جوڑ ٹھکانے کی جو ڈیوک نے پراسرار صورت کے الفاظ کا ذکر کرتے ہوئے پہلے پہلے کہے تھے۔ اور کوئی وجہ نہ تھی۔ اور اب جو اس نے دیکھا۔ تو مایہ نوح کا چہرہ پھر اتنی ہی زور اور بکڑا ہوا نظر آیا جیسا اس وقت تھا جب وہ داروغہ کے کمرے میں داخل ہوا۔ غریب پروس نے سوچا۔ کیا یہ بہتر نہ ہو گا۔ کہ نوکروں کو جگا کر کسی

ڈاکٹر کو طلب کیا جئے۔ کہ وہ آٹا کی حالت دیکھ کر علاج تجویز کرے۔

”ماں میرے لئے ان الفاظ کو دوسرا ناغیر ممکن۔۔۔“ دیوک نے دیکھا ایک خوش سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی کہنے لگا۔ ”یقیناً تم نوکروں سے میرا مضحکہ اڑانا پسند نہ کرو گئے یہی کیا کم وقت ہے کہ میں اس حالت میں تمہارے پاس چلا آیا۔ بس وعدہ کرو کہ تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرو گئے۔ خواہ کچھ ہو اس بار کو اپنے سینہ میں محفوظ رکھو گئے۔ کیہلو برس کیا وعدہ کرتے ہو؟“

”ماں لا رہے ہیں فرماتے تھے حکم کی سرمولفات درزی نہ ہوگی۔ مگر وہ خواب ہے۔۔۔ آپ کے خواب کی کیفیت تو ناممکن ہی رہ گئی۔“ پر دوس نے زکے زکے کہا۔

”آہ وہ خواب؟“ دیوک نے چونک کر کہا۔ ”کی تم اس کا باقی حصہ ضرور سننا چاہتے ہو؟“ اس کے بعد پھر ایک بار کو سہی پیچھے کر اس نے کہا۔ ”سنو پر دس عیدیاں نے بیان کیا ہے وہ پر اسرار صورت میرے اوپر جھک گئی۔ میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے اپنے اوپر جھکنی مصلوم ہوئی۔ اس نے چنانچہ الفاظ کہے اور ایک نام بھی دیا جو اس کا اپنا تھا۔ اوروہ نام۔۔۔ جانتے ہو کر گاتھا؟“

”لو بھلا میں کیا عرض کر سکتا ہوں“ واروہ نے سہمی ہوئی آواز سے کہا اور انداز تشویش سے آقا کے چہرہ کو دیکھنے لگا۔

”وہ نام۔۔۔ وہ نام برہام و وین کا تھا۔“ دیوک نے ہیبت ناک نظروں سے بڑھے خادم کی طرف دیکھتے ہوئے عرض ہوئی آواز سے کہا۔

اس نام کو سن کر پر دوس اس طرح چونکا کہ چار پائی جس پر وہ بیٹھا تھا نیٹ لگی۔ ساتھ ہی مارج مونٹ بھی بڑے زور سے چونکا۔ شاید اس نام کا ذکر آنے سے اس کے بدن میں کوئی عاص اثر پیدا ہو گیا تھا۔

”واقعی پر کس۔۔۔ اس پر اسرار صورت نے میرے چھپے بھائی کا نام لیا۔“ دیوک نے ہلکی کھوکھی آواز سے کہا۔ اس سے مجھے خیال آتا ہے کہ یہ ضرور خواب ہی تھا۔ کیونکہ ایسا نہ ہوتا۔ تو پھر اسکی تعمیر اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ جسے میں نے دیکھا۔ وہ برہرام وین کی روح تھی۔ جو عالم ثانی سے آکر نمودار ہوئی۔۔۔“

”سکرکار کا خیال بالکل صحیح ہے۔ واروہ نے تجیدہ لفظوں میں کہا۔ ”واقعی اگر آپ کے بھائی زندہ ہوتے تو غیر ممکن تھا کہ وہ اس محل میں واپس آنے کی جرأت کرتے۔ جہاں ان کے ماحول قتل کی دیک خوفناک واردات ہو چکی تھی۔“

مارج مونٹ نے پتھرنی ہوئی آنکھوں سے بدھرا دھرا دیکھا۔ اور قریباً ایک لمحہ کا غلط فہمی

اس کے بعد ڈیوک نے پیرسی وحشت آمیز لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ مجھے یا نہیں اس نام کو سن کر مجھے غش آگیا۔ پاسکے کی حالت طاری ہونے سے بدن عرق سرد میں تر ہو گیا۔ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ پراسرار صورت ہو میں مل گئی یا کسی ذی حیات شخص کی طرح دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ اس بارہ میں افسوس کہ میں کوئی کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ خیالات جمع کر رہی لاکھ کوشش کرتا ہوں۔ مگر وہ کچھ بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس گھبرائی سے کہ اس وقت کہ کمال کہ میں تھا بے کمرہ میں آبلے مجھے یاد نہیں۔“

”جو کچھ حضور نے فرمایا۔ وہ نہایت عجیب ہے۔ پروس نے جو فطرت سے منہ کھیلے میٹھا دھما۔ بالآخر کہا۔ اگر آپ کے بھائی اب خیانت نہیں ہیں۔ تو پھر میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان کی روح کو یہاں آکر سہارا کے آرام میں نخل مونے کی کیا حاجت ہے۔ اور اگر زندہ ہیں۔۔۔“

”نہیں پروس نہیں۔ یقین جانو کہ جو کچھ میں نے دیکھا۔ وہ محض ایک خواب تھا۔“ ڈیوک نے جلدی سے کہا۔ ”مگر تمہاری اپنی کیدارے ہے، کیا ایسے واقعات خواب کے زیادہ اہمیت رکھ سکتے ہیں؟“ اور یہ کہتے ہوئے ڈیوک جس کا چہرہ اب لاش سے بھی زرد تھا۔ کسی سے اٹھ کر دوانہ کی تیار پائی کے پاس گیا۔ اور دیوانوں کی طرح اپنے سر دھاتے اسکی کمانی کو مضبوط دیکر لیا۔

”بے شک۔ بے شک۔ خواب ہی ہوگا۔“ غریب پروس نے جان بچانے کے خیال سے فوراً تسلیم کیا۔ ”مگر کچھ بھی ہو۔ میں یہی وقت لندن چلا جاتا ہوں۔“ پانچ مونٹ نے دفعتاً کہا۔ ”کیا آدھی رات کو؟“ داروغہ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

”کیوں اس میں کیا حرج ہے؟“ ڈیوک نے جھلا کر سوال کیا۔ ”کیا میں نے نوکر جتنی بڑی بڑی خوش بے میں اتنا انتظام نہ کر سکیں گے؟ کہ بخت عمر پھر حرام خوری کتے سے۔ آج ذرا سی کچا پٹا اٹھانی بڑی توقیات تو نہیں گئی“ ”معاف فرمائے۔ میں نوکروں کی حماقت نہیں کرتا۔“ پروس نے جلدی سے کہا۔ خیال اتنا ہی ہے کہ حضور کے بکالیک چل جانے سے لوگوں میں طرح طرح کے چیخے ہوں گے۔ اور مجھ سے ایسے سوالات پوچھے جائیں گے جن کا میں کچھ جواب نہ دے سکوں گا۔“

”تاں یہ تم بے شک کیسا کہتے ہو۔“ مارچ مونٹ نے آہستہ سے تسلیم کیا۔

”ماٹی لارڈ میں جانتا ہوں اس برینہ واقعہ کی یاد حضور کے لئے بے حاروح فرما ہے۔“ بڈھے خادم نے آہستہ سے کہا۔ ”یونکہ تجھے خوب یاد ہے۔ حضور کو پھر ٹی سرکالے انتہا درجہ بخت بخٹی اور اپنے نادار چپے بھی جن کا۔“ ”پروس اس گفتگو کو چھوڑ دو۔“ ڈیوک نے یکایک قطع کلام کر کے کہا۔ ”بلایے میں نہیں جاتا۔ مگر تمہیں اپنا وولورڈین سمجھ کر پھر تاکید کرتا ہوں۔ کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ ہو۔“

”اطمینان فرماتے نہ ہوگا۔“

”میں بھی اپنے ختمہ رفتہ سنبھل رہا ہوں“ ڈیوک نے کہا۔ ”مگر میں تم مجھے کمزور اور بزدل تو نہیں سمجھتے؟“

”نہایت کر سے“ ڈیوک نے واروغہ نے جواب دیا۔ ”مختصر ایسے حالات میں بڑے بڑے دل لے

ہر اس میں جھلکتے ہیں۔ اور یہ تو سرکاری کا حوصلہ تھا...“

ڈیوک نے سردیانی کا ایک ٹکاس اور پیرا پیرا چھڑکتی ہوئی شمع مانتے میں لے کر نصیحت نہ ہنے دینا۔ مگر دروازہ پر مانتے رکھتے ہوئے اس نے واروغہ کو پھر ایک بار کال دے دیا کی تاکید کی۔ اور پروس نے پانچویں یا چھٹی مرتبہ اسکی تعمیل کا وعدہ کیا۔ اس کے بعد ڈیوک چلا گیا۔ مگر جب وہ مختلف زمینوں سے اتر کر برآمدوں اور غلام گردشیں سے ہوتا ہوا اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا۔ اسکی حالت اتنی ناراضگی کہ کسی غریب اور محتاج شخص کو بھی اسپر رشک نہ ہو سکتا تھا۔ وہ رہ کر متوجس نظروں سے ادھر ادھر دیکھتا۔ خود اپنی چاب سے ڈرتا اور دیوار پر اپنے ہی سایہ کو دیکھ کر پھڑکنا تھا۔ جوں ڈن کر کے وہ اپنے کمرہ میں پہنچ گیا۔ وہاں اسخ دروازہ بند کر کے پلنگ کے نیچے۔ دروازوں اور کمرہ کپوں کے پردوں کے پیچھے یہاں تک کہ ہر گوشہ اور چھوٹے گوشہ سے غور دیکھا۔ اس کا دل نمایاں طور پر کانپنے لگا تھا۔ اور صاف نظر آتا تھا کہ وہ اتنی سختی کے بعد بھی دوبارہ بیٹنے کی حیات نہیں کر سکتا۔ مگر ایک ڈیوک آف مارچ مونٹ ہر کیا موقوف ہے۔ لاقداد امیر ایسے ہی شاندار محلوں

میں رہتے اور بغاوت ہمیشہ آرام کی زندگی بسر کرتے ہوئے حقیقت میں اس سے بھی زیادہ فکر و تشویش کے دن گزارتے ہیں۔ متول بے شبہ قابل رشک چیز ہے۔ مگر ان جذبات و حسیات کو بڑے سختی سے اس میں بھی نہیں جو غریب کا غریب انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ دولت و ثروت انسان کو بلند تر مقامات پہنچا سکتی ہے۔ مگر دل کے ان احساسات کو بدل نہیں سکتی۔ کتنی کتنی نوع و نوع کو ہمیشہ آتے ہیں۔ بخور سے دیکھتے تو غریب و امیر ایک ہی آب و گل کے بنے ہوئے۔ ایک ہی نوع سے متعلق۔ ایک ہی مادر زمین کے فرزند ہیں۔ ان کے ظاہری لباس مختلف ہو سکتا ہو۔ اور بتا دیا۔ ان میں کچھ بھی فرق باقی ہے؟ یہ حالات کیا ثابت کرتے ہیں؟ یہی کہ انسان کا انسان کو دوسروں پر ترقی اور تنقیق دینا، ایک فضول اور مضحک عمل ہے۔ جنہیں خاندانی امارت کا دعو ہے۔ جو اپنی موروثی دولت پر فخر کرتے ہیں جنہیں ریاست اور شوکت کا زعم ہے۔ متول کے سمت اس چڑ بے شک روئے سنائے ہیں۔ مگر جب زمین پر گرتے ہیں تو شہاب ثابت کی طرح خالی پتھر ثابت ہوتے ہیں۔ یاد رہے امیر و غریب کا فرق انسان کا اپنا پیدا کیا ہوا اور اسی کے طبقہ میں

محدود ہے۔ خدا کی نظروں میں سب برابر ہیں وہی ہو جس میں ایک محتاج کو اگر سانس لیتا ہے بادشاہوں کی ناک میں داخل ہوتی ہے۔ وہی صبا جو اپنا ہتھ فقیر کے دریدہ پارچات کو کھاتی ہوئی چلتی ہے۔ دنیا کے منتخب امیروں اور حسینوں کے رنگارنگ رگوں میں مکمل پردوں کو جنبش دیتی ہے۔ وہی فضا جو بد نصیب شخص کی مدہی کرہٹ کی حامل ہوتی ہے۔ امر اور وسا کے محلات سے نمیشیریں کی دلاؤ پر لطافت کو اطراف میں پھیلاتی ہے۔

مگر آئے ہم اپنے قصہ کی طرف۔ جو رے کریں۔ جب ڈیوک آف پانچ مونٹ باہر سے واپس آئے تو اس وقت جلتی ہوئی شمع ساتھ لے کر چلا گیا۔ تو کمرہ میں تاریکی پھیل جانے سے غریب پردوں کو بہم خوف محسوس ہونے لگا۔ اس نے بیان کردہ واقعات پر غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ آتا کچھ بھی کہیں جو کچھ انہوں نے بیان کیا۔ خواب نہیں ہو سکتا۔ ظاہر میں اس نے ڈیوک کا خوف کم کرنے کو یہی تسلیم کر لیا تھا۔ کہ بیان کردہ واقعات ایک خواب ہیں۔ مگر باطن میں وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ خواب کی دہشت اتنی نہیں ہوتی جس قدر ڈیوک کے بشرہ سے ظاہر ہوتی۔ علاوہ ہمیں وہ اسی محل کے ایک اور حصہ میں اپنی آنکھوں سے ایک تاریک صورت دیکھ چکا تھا۔ اور کم از کم اس واقعہ کو خوب سمجھنے کے لئے تیار نہ تھا۔ یہی عجیب وہی دھندلی صورت ڈیوک کو نظر آئی ہو۔ مگر اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوا کہ وہ ہمارا صورت جو خادم و مخدوم دونوں کو نظر آئی۔ کسی جاندار انسان کی نفی یا کسی بے قرار روح کی جو عالم مانی سے اس دنیا میں آنکلی ہو۔ دن ہوتا تو پردوں پہلی صورت کو غلبہ قرار دیتا مگر رات۔ تو وہی سات۔ اور وہی سنان اور تاریک۔ اس وقت اگر اس نے بھی آقا کے خوف سے ستارہ پھرتا ہری صورت کے حق میں فیصلہ دیا تو یہ امر باعث حیرت نہیں ہو سکتا ایک گھنٹہ گزر گیا۔ اور پڑھے و دروغہ کی آنکھ اتنی خنک رہیں پھر ایک بار آہستہ آہستہ جا بھنے لگی تھی۔ کہ وہ دروازہ کی دھکی گھونٹنے کی آواز سن کر چونک اٹھے۔ باتنے میں دروازہ کھلا اور کوئی داخل ہوا۔

”خاموش! آتے آتے دلی آقا سے کہا۔ دردمتہ میں تمہارا وطن نہیں ہوں۔“

پردوں کے بال بلما بلانہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ چھنی کے الفاظ سے ڈرا دھارس ہندوی مگر نہ سے کوئی لفظ ادا نہ ہو سکا۔ کمرہ کے دھندلے میں اسے ایک تاریک صورت۔ رات کی سیاہی سے زیادہ سیاہ۔ چارپائی کی طرف آتی نظر آئی۔ اور اسکی پیشانی عرق سرسے تر ہو گئی۔

”کیا تمہارا ہی نام پردوں ہے؟“ فواروں نے گہری دلی ہوئی آواز سے پوچھا۔

”جی ہاں مجھی کہ اس نام سے پکارتے ہیں“ داروغہ نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ مگر کہئے آپ کون ہیں؟
 ”میں وہ ہوں جو حال تھا کہ آقا نے بھی ابھی تم سے بیان کیا تھا۔ آئے دل نے بخیدہ نغظوں میں کہا۔
 ”خدا کی پناہ! تو کیا آپ سرسبز بزم و عین... یا زیباں صبح نغظوں میں لارڈ کلینڈن ہیں؟“
 داروغہ نے دھڑکنے ہوئے دل سے سیدھا بھیج کر پوچھا۔

”نہ میں وہی بد نصیب ہوں۔“ آئیوے نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ ”مگر میں پھر کہنا ہوں ڈرو نہیں...“
 ”اوہ! اوہ! میں جان ہوں کہ کیا کروں۔“ داروغہ نے سرسبکی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ ”کیونکہ وہ
 نہیں جانتا تھا مجھے اس شخص کو قاتل سمجھ کر اس کے سایہ تک سے بچنا چاہئے۔ یا اس بات کو پیش نظر
 رکھ کر کہ اس نے صوبہ کو روکا ہے اس جرم کے لئے کافی سزا پائی ہے۔ بہرہ دی کا سلوک کرنا چاہیے
 اس کی ایسے گناہی کا اسے قطعاً یقین نہ تھا۔ کیونکہ گمروہ اس جرم سے بے قصور نہ تھا جو اس کے خلاف
 عائد کیا گیا تھا۔ تو یقیناً وہی رات کو چوروں کی طرح بے پردہ ہوا تھا۔“

”پر دوس“ آئیوے لارڈ کلینڈن نے کہا۔ ”کیونکہ جی کی موت پر بڑے بھائی کے ٹیوک بن جانے
 سے اس کا تہیہ اس کی جو اصل ہو چکا تھا۔“ میں جان گیا تھا کہ اسے دل میں کیا خیال تھا۔ گزرے میں رشتہ
 غمزدہ و مصلوب ہو گا۔ کہ میں خود قصور دار ہوں یا بے قصور بہر حال علامہ اس جگہ نہیں آسکا۔
 ”دل میں گدوش...“ آئیوے کا رنگتار بھی سمجھا۔ ”قاتل کی پشیمانی سے خون کا داغ نہیں دھو سکتی۔ اور صورت
 آخر میں جب تک دیکھا جاسکے گا تب تصور نہ کیجئے۔ وہ محض اپنے خیال سے بے قصور نہیں رہتا۔ مگر پردہ
 سے میری درخواست ہے۔ کیا تم واقعات گزشتہ کو ایک لمحہ کے لئے بھول کر یا ان کی نسبت اپنے ذہن کو
 عارضی طور پر بھول کر کہے مجھے چند منٹ بوسنے کی اجازت دے سکتے ہو؟“

”کہنے والی لارڈ کلینڈن نے ہنسنا شروع کیا۔ ”بڑھے داروغہ نے جس کے دل پر ان نغظوں کا گہرا اثر ہوا تھا
 گہرائی سے لہجے میں کہا۔ ”آفر آپ اس لئے چھپ کر آئے؟ کس لئے آپ نے میری طرح آقا کو خور و
 کباب سے ہمکنار میں آپ کا جواب سننے کو بے قرار ہوں...“

”پر دوس یہ وقت مجھ سے سیلابات پوچھنے کا نہیں ہے۔ پر نام نے اسی گہری آواز سے کہا۔
 وہ اب تک اس طرح تاریکی میں بچھا کھڑا تھا۔ کہ داروغہ بڑی کوشش کے باوجود اس کا بہت نہ دیکھ سکا۔

”مائی لارڈ! آپ حکم کی تعمیل میں مجھے ہر وعدہ نہیں۔ پر دوس نے زوردار نغظوں میں کہا۔ ”مگر ایک سال
 ایسا ہے جس میں پھر بھی آپ کو دیانت کروں گا۔ اور وہ یہ ہے کہ اس بد نصیب خاتون جس الزا کا کیا ہوا؟“

”پر دوس۔ پر دوس۔“ لارڈ کلینڈن نے کسی قدر سختی کے لہجے میں کہا۔ ”عہد ماضی کا ذکر بالکل

جانے دو۔ میں اس وقت تمہارے سوالوں کا جواب دینے کے لئے نہیں۔ بلکہ خود تم سے بعض سوالات پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ اگر حقیقت میں تم میں اس شخص پر رحم آتا ہے جس نے یہاں سے جا کر کفایت روزگار کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ تو مہربانی سے اس کے سوالوں کا جواب دو۔۔۔

بڑھے داروغہ پر ان لفظوں کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ وہ سبکیاں لینے لگا۔ وہ فطرتاً ہی ایک اور فیاض تھا۔ اس لئے برترام کے الفاظ اس کے دل میں تیز و نشر کی طرح لگے۔ کہنے لگا: مائی لارڈ! میں آپ کی دیکھی حالت دیکھ کر بے قرار ہو اجاتا ہوں۔ فرمائیے، آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں، میرا آپ کے ہر ایک سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں۔ اسے کاش آپ صرف ایک لفظ کہہ کر مجھے اس کا یقین دلا سکیں۔۔۔

پروس میرمز ہمیشہ سے یہ خیال تھا کہ تم ٹیک، باطن ہو۔ "لارڈ مکینڈرن نے قطع کلام کر سکتا ہوئے کہا: "اور میں دنیا کی تمام تھک سون شیا کا حال دے دے کہ تم سے انتہی کرتا ہوں کہ سردوست میری نسبت کوئی رائے قائم نہ کر دے۔ میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ میری آج کی آمد کو تمہارے محض ایک خواب سمجھنا۔ اور اگر تم اسے حقیقت تصور کرنے پر مجبور ہو تو کسی سے اس کا فائدہ نہ کرنا۔ شاید کبھی وقت آئے۔ اور میرا خیال ہے کہ عنقریب ہی آئے گا۔ جب وہ تمہاری نصیحت کشائی ہونے پر ہمیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تم نے اس شخص کی خاطر صبر و اخلاص کام لیا۔ جس نے دنیاوی مصیبتوں کو سیر ہو کر بھیا ہے۔۔۔"

"آہ مائی لارڈ! بڑھے داروغہ نے سبکیاں لیتے ہوئے کہا: "جب میں سوچتا ہوں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ جب مجھے اس وقت کا خیال آتا ہے۔ جیسے جان اور خلیل تھے۔۔۔"

پروس اس تفصیل کی حاجت نہیں۔ برترام نے پھر قطع کلام کر کے کہا: "اور اس کے ساتھ ہی اپنا ماتہ بڑھے داروغہ کی طرف بڑھا کر اس کے ماتہ کو ایک لمحہ کے لئے رگڑ چوستی سے دبایا۔ اس موقع پر پروس نے بھی اپنے ماتہ کو اس شخص کی طرح کاچنے سے ہوس نہیں کھینچی جو سوتا ہو۔ ہیرالڈ ایک قاتل کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بچہ وراثت خاموشی ہی پھر برترام نے کہا: "میں جن غموں پر تم سے سوالات پوچھنا چاہتا ہوں اسے سن کر تمہیں حیرت تو ہوگی۔ مگر یہ ایک نہایت ضروری معاملہ ہے۔۔۔"

"کیسے مائی لارڈ! کہئے۔ میں آپ کے ہر ایک سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں۔ بڑھے داروغہ نے جو بظاہر برترام کے اثر میں آچکا تھا۔ جلدی سے کہا:

"ایک طاقتور اس محل میں اُترتی ہوئی تھی۔ اور میں نے چھپکے سے ہمارے ساتھ چھپے دیکھا تھا۔

"جی ہاں ایک مشرقی طاقتور واقعی یہاں ٹھہری ہوئی تھی۔ پروس نے جواب دیا: "اور

مجھے افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے۔ کہ جس مقصد کے لئے اُسے یہاں آنے کی ترغیب دی گئی۔ وہ نیک نہ تھا۔“

”مگر بھائی نے اس سے کوئی بدسلوکی تو نہیں کی؟“ برٹرام نے جلد ہی سے پوچھا۔
داروغہ تھوڑی دیر چپ رہا۔ پھر کہنے لگا۔ ”مائی لارڈ میں نے اس خاتون کو وقت پر اکاڑا تھا۔ ایسا کرنا میں نے اپنا فرض سمجھا۔ وہ میری اطلاع سے حفاظت کے لئے تیار ہو گئی۔ اور...“
وہ اتنا کہہ کر رک گیا۔ کیونکہ اس سے آگے وہ جو کہنا چاہتا تھا۔ اس کا ذکر اس شخص کے سامنے جس سے اس وقت گفتگو کر رہا تھا۔ نامناسب معلوم ہوا۔

”پروس تم نے فقیر نامکمل کیوں کہنے دیا؟“ دیکھو مجھ سے کوئی بات چھپا کر نہ رکھو۔“
برٹرام نے کہا۔ ”میں بعض خاص وجہ سے یہ سوال پوچھ رہا ہوں۔ اور اس سلسلہ میں ابھی تم سے کچھ اور بھی دریافت کرنا ہے...“

”نہیں سرکار اس کے آگے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ ہڈھے نے دہی ہوئی آواز سے کہا۔
”پروس میں ان مصیبتوں کا حالہ دے کر چم میں نے آج تک جھیلی ہیں۔ پھر تم نے اتنا کرنا ہوں... میں بہت درخواست کرتا ہوں کہ میرے سوالوں کا جواب دو...“

”خیر تو اگر آپ مجبور کرتے ہیں۔“ پروس نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ ”پھر میں بیان کر دیتا ہوں کہ جس ہتھیار سے اس خاتون نے اپنی حفاظت کی وہ وہی تھا... مگر کیوں آپ ایک لفظ کہہ کر میرا اطمینان نہیں کرتے۔ کیوں آپ مجھے اس کا یقین نہیں دلاتے۔ کہ وہ ہاتھ آپ کا نہ تھا جس نے...“

”پروس اس طرح کا جوش بے سود ہے۔“ لارڈ کلینڈن نے کہا۔ ”صبر و سکون سے کام لو۔ اور کچھ کہنا ہوا اطمینان کے ساتھ بیان کرو۔ میں ایک حد تک تمہارا مطلب سمجھ گیا جس خنجر سے اس خاتون نے اپنے ناموس کی حفاظت کی شاید وہی خنجر جسے میں تم دونوں جانتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں وہ اس کے ہاتھ کیوں نہ آتا؟ بود پروس مجھ سے پروہ نہ کرو۔“

پروس نے بہت دگ رنگ کر۔ کئی بار فرط جوش سے پھیر کر، در در میان میں کئی بے جوڑ فقرے داخل کر کے مفصل بیان کیا کہ کس طرح اندام فقیر ادک لینڈ میں آئی۔ کس طرح اس نے ساتھ جا کر سب مقامات کی سیر کرائی۔ اس نے ہند گزشتہ کے ساتھ کے حالات پوچھے۔ اور داروغہ نے وہ ہلکے ہتھیار جسے اس نے اب

تک چھپا کر رکھا ہوا تھا۔ اسے دکھایا۔ اندر لے کر اسرار طریق پر اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اسی سے ڈیوک کا مقابلہ کیا۔ مگر جاتے وقت اسے پھر اسی مقام پر چھوڑ گئی۔ ڈیوک نے اس سے اس بارہ میں سوالات پوچھے۔ اور دونوں ملکر اس الماری کی طرف گئے۔ جہاں خنجر رکھا رہتا تھا وہاں کسی نے نوکر کے جاتی ہوئی خنجر ڈیوک کے ہاتھ سے گرا دی۔ یہ سب حالات بذمہ دار و عنہ نے برٹرام سے بیان کئے۔ اور اس دوران میں آفرانڈر کو کوئی بار اس کی تسلی و تسکین کے لئے مناسب الفاظ کہنے پڑے۔ اس نے کئی ضمنی سوالات کے ذریعہ اندر کے ان مقامات پر چلنے کی تفصیل معلوم کی۔ جہاں متوقی ڈیوک کا قتل ظہور میں آیا تھا فریباً ایک گھنٹہ تاریکی میں دونوں باتیں کرتے رہے جس کے بعد دار و عنہ کا پراسرار ملاقاتی رخصت ہونے کو تیار ہوا۔

”ہنس“ اس نے کہا۔ ”آج تم نے میری وہ خدمت کی ہے جس کی اہمیت میں سروسٹ ظاہر نہیں کر سکتا۔ مگر اس کی بنا پھر تم سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ میری آج کی آمد کو جہاں تک ممکن ہو۔ پوشیدہ رکھنا۔ نہ اس کا ذکر آئے سے کرنا۔ نہ دوسرے نوکر اسے اس لئے کہ یاد رکھیں۔ بخیرہ لفظوں میں کہا۔ ”میں سروسٹ قانون کی گردن میں ہوں۔ اور اگر تم نے ذرا بھی نااعتنا اندیشی کی۔ تو میرا انجام وہی ہوگا۔ جو تم سے پوشیدہ نہیں۔“

”مالی لارڈ۔ مالی لارڈ“ بدھ نے سبکیاں لے لے کر روتے ہوئے کہا۔ ”اطمینان فرمائیے میری طرف سے کوئی بے جا حرکت ظہور میں نہ آئے گی۔ فی الحقیقت اگر میرے دل میں اچھٹی سی امید نہ بچی ہو۔ کہ۔۔۔“

”ہنس پروس۔ جوش مقام لو۔“ برٹرام نے کہا۔ اور ایک بار پھر اس نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر دیا۔

اس کے لمحہ بھر بعد کمرہ کا دروازہ بڑی احتیاط سے کھلا۔ اور پھر نہ ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ پراسرار ملاقاتی رخصت ہو گیا۔ اب کمرہ میں کامل خاموشی تھی۔ مگر اس کے بہت دیر بعد دروازہ کی آٹکھ لگی۔ اور آخر جب وہ دن چٹھے بیدار ہوا۔ تو حیران تھا کہ جو کچھ میں نے رات کو دیکھا۔ وہ امر واقعہ تھا۔ یا محض ایک بے حقیقت خواب۔

باب - ۵۷

فکر جانکاہ

جس رات کے واقعات اور پرقلبند کے جاچکے ہیں۔ اس سے اگلی شام کا ذکر ہے کہ میڈم اینجلیک اپنے آرائش نہ کرہ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ دروازہ کھلا۔ اور ڈیوک آف مایچ مونٹ داخل ہوا۔ میڈم اینجلیک کو اس کے آنا جلد واپس آنے کی امید نہ تھی۔ پھر بھی وہ اسے مشرقی خاتون کے وصل کی مبارکباد دینے کے خیال سے اٹھی۔ مگر جونہی نگاہ ڈیوک کے چہرہ پر پڑی۔ رگ گئی۔ کیونکہ مایچ مونٹ کا رنگ زرد اور چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بے چینی سے حرکت کر رہی تھیں۔ اور عام حالت سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس نے بہت شراب پی رکھی ہے۔

”کہئے، حضور گناہ تو بخیر ہے؟“ میڈم اینجلیک نے ڈیوک کی گہڑی ہونی صورت پہچان کر اس خیال سے پوچھا کہ جس سازش کو اتنی کوشش سے پختہ کیا گیا تھا۔ کہیں آخر شرمناکام تو نہیں رہی۔

”میرا مزاج کیا جہنم میں۔ اور تم سے کیا کہوں۔“ ڈیوک نے ایک کسی پر گرتے ہوئے غرا کر کہا۔ ”لاؤ ذرا سی شراب دو۔۔۔ نہیں نہیں۔ اچھی طرح بھر کر۔۔۔ اور اوپر تک۔۔۔ کی بوجت کا خیال ہے؟“

”مائی لارڈ۔ اس معاملہ کا حال تو جکیئے۔“ میڈم اینجلیک نے جس کا اپنا چہرہ غارہ کی چٹنوں کے نیچے ناس کی طرح زرد ہو گیا تھا۔ گھبرا کر کہا۔

”پہلے گلاس میرے ہاتھ میں دے دو۔“ مایچ مونٹ نے جھبا کر کہا۔ ”سے کیوں روک رکھا ہے؟“

میڈم اینجلیک نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے شاہین کا گلاس اٹھ لیا۔ اور ڈیوک اسے ایک ہی بار منہ کو دگا کر پی گیا۔

”بس اب طبیعت ٹھیک ہو گئی۔“ اس نے مصنوعی قہقہہ لگا۔ ”تو جسے کہا۔“ جڈا اس وقت میں بھی کیا جو ہر بھرے ہوئے ہیں۔“

”گت فی معاف۔ میں پھر پوچھے بغیر نہیں رہ سکتی۔ کہ اس معاملہ کا انجام کیا ہوا؟ وہ مشرقی

گھوڑی جو حضور کو پیش کی گئی تھی رکھنی ہی نہ تھی۔
 بہت سرکش۔ نہایت منہ زور۔“ مارچ مونٹ نے جوش سے جواب دیا۔ ظالم نے چٹے
 بد ہاتھ تو کھنکھہ رہی نہیں دیا۔“

”تو کیا میری سب کوششیں بے کار گئیں؟“
 ”ہاں کل اٹل مفت میں نہامت اور خفت اٹھانی پڑی۔“
 ”مگر یہ تو کہے۔ کوئی خرابی تو پیش نہ آئے گی؟“ میڈم ایجنلیک نے گھبرا کر پوچھا۔ کہیں
 قانونی مواخذہ کا تو خوف نہیں ہے؟“

”نہ نہ تم کسی فکر نہ کرو۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔
 ”تو پھر یہ غیر معمولی اضطراب کس لئے؟ اور کیوں آپ کی صدمت سے اتنی وحشت برستی
 ہے؟ یقیناً فرمائے۔ میں تو آپ کی حالت دیکھ کر ڈر گئی تھی۔۔۔“
 ”اور ر! ڈرنے کا ذکر کرتی ہو۔ سچ جاؤ میں بھی کچھ کم نہیں ڈرا۔ مگر یہ ایک فضول جن
 تھا۔ جو میرے دل میں پیدا ہوا۔۔۔ اُف! خدا جلنے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ گھوڑی شراب اور دینا
 معاف فرمائے میرے ناچیز خیال میں سرکار نے پہلے ہی بہت پی رکھی ہے۔۔۔“
 ”بد بخت سٹرن یہ شراب کیا میری خوشی سے بھی مٹاتی ہے؟“ ڈیوک نے غصہ میں بھر کر کہا۔
 ”ہوئی چیز کی بھی سے چھپالی جائے گی؟“ ڈیوک نے غصہ میں بھر کر کہا۔
 ”فقور و خاف۔ خادمہ نے آپ ہی کی بہتری کے خیال سے افکار کیا تھا۔ اور یہ کہتے
 ہوئے میڈم ایجنلیک نے ایک گلاس اور پُر کر دیا۔“

ڈیوک نے چپکے چپکے ہوئی شراب کا گلاس ہاتھ میں لے کر حریفانہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا
 پھر ایک مصنوعی قہقہہ لگا کر کہنے لگا۔ ”آہ یہ وہ اکیر ہے۔ جو انسان کے سارے فکر و اطمینان
 دیتی ہے۔“ پھر گلاس کو خالی کرتے ہوئے اس نے کہا۔ ”دیکھ لو اس نے مجھ میں نئی جان ڈال دی
 ہے۔“ حالانکہ شراب پیئے سے اس کے چہرہ کی رنگت اور زرد اور کمرہ ہو گئی تھی۔

میڈم ایجنلیک اس کی طرف حیرت و خوف سے دیکھا کی۔ حیران تھی کیا رائے قائم کرے
 ہر چند ڈیوک نے اس کا اطمینان کر دیا تھا کہ قانونی گرفت کا سطرہ نہیں۔ پھر بھی ڈرتی تھی کہ
 اندر اخاص مش نہ ہے گی۔ اور اس کے خلاف جو کارروائی کی گئی تھی وہ اس کے سلسلہ میں ضرور
 کوئی پیچیدگی پیدا کرے گی۔

سخت پریشانی کی حالت میں اس نے کہا۔ آخر سرکار کو اتنی تشویش کیوں ہے؟ کیا کوئی خلاف معمول بات پیش آئی؟...

"خلاف معمول؟" ڈیوک آف ہایج مونٹ نے انداز نفرت سے کہا۔ "اس عورت کا طرز عمل شروع سے آخر تک عجیب و غریب ہے۔ اسے بآسانی مغلوب کرنا تو کبھی..."

"مگر میں نے یہ کب وعدہ کیا تھا۔ کہ وہ آسانی سے مغلوب ہو جائے گی۔" میڈم ایجلیک نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو پہلے ہی عرض کر دیا تھا کہ وہ عصمت کی دیوی ہے..."

"دیوی کہتیں تو ٹھیک تھا۔" ہایج مونٹ نے تلخ لہجہ میں کہا۔ "جس جب اسکی نگاہ میں داخل ہوا۔ تو ظالم ایک تیز خنجر سے کردار کرنے کو کھڑی ہو گئی۔" اور یہ کہتے ہوئے ڈیوک کے چہرہ پر پھر خوف کی علامات نمودار ہوئیں۔

"تو کیا حضور والا اس ذرا سی مزاحمت کے لئے بھی تیار نہ تھے؟" میڈم ایجلیک نے حقارت سے کہا۔ "حیرت ہے کہ مرد ہو کر آپ ایک کمزور عورت سے ڈر گئے۔"

"کم محنت کون۔ کیوں چھینٹے دے رہی ہے۔" ڈیوک نے جوش سے بھرپور کہا۔ "کیا مجھے پہلے کچھ کم رنج و تشویش ہے۔ کہ تو اپنی وہی تباہی باتوں سے ہمک بر جرات کئے جاتی ہے؟" "میں سچے دل سے معافی کی خواستگار ہوں۔" میڈم ایجلیک نے ڈیوک کے ہچے سے ڈر کر دفعتاً آنکسار اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب فقط یہ تھا کہ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں نے سرکار سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس عورت کی طرف سے کچھ نہ کچھ متقابلہ ضرور ہوگا..."

"خیر چلنے دو۔ اور اب جو میں کہتا ہوں۔ اسے غور سے سنو۔" ڈیوک نے اسی جوش کے لہجہ میں کہا۔ "مگر کیا ایک ایک پر زور مصنوعی تہنیتہ نگار اس نے بدلے ہوئے انداز سے کہنا شروع کیا۔" میڈم ہیری خفا نہ ہونا۔ میں تو تم سے مذاق کر رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے۔ تمہاری شراب ناپ نے مجھ میں غیر معمولی جوش پیدا کر دیا ہے ہا ہا ہا ہا!" اس نے ایک اور تہنیتہ لگایا۔ مگر اسکی آواز کسی حیار کی سنہری سے شبابہ تھی۔

"نائی لارڈ بے شبہ ہماری کوشش ناکام رہی۔" میڈم ایجلیک نے سناٹا سناٹا ایک کر کے کہا۔ "مگر ایسی حالتوں میں ناکامی یقینی اور کامیابی ہمیشہ مشکوک ہوتی ہے۔ اس لئے جو کچھ ہوا اس کا مسلمانہ نہیں۔ پھر بھی میں پوچھتی ہوں۔ اس ناکامی نے حضور کے مزاج میں اتنی برائی کیوں پیدا کر دی؟"

”تم نہیں جانتیں دراصل اس معاملہ کی تہ میں کوئی راز ہے جسے میں خود بھی اب تک نہیں سمجھا۔“
 ڈیوگ نے جواب دیا۔ ”پھر بھی میرا خیال ہے۔ تم اس راز کو ضرور حل کر سکو گی۔ گمان یہ ہے کہ انڈیا
 کسی مدعا سے خاص کو پیش نظر رکھ کر ایک لینڈس گئی تھی۔ جس کا حال مجھے تو کیا تمہیں بھی معلوم نہ
 ہو سکا۔ علاوہ بریں وہ عورت اتنی سادہ لوح اور ناتجربہ کار بھی نہیں ہے۔ جب تم سمجھتی ہو
 اس کا اوک لینڈس جانا خالی از علت نہ تھا۔ مگر اس سوال کو کہ دیکھو وہاں گئی۔ تمہیں حل کر
 سکتی ہو۔ اگر تم میری خاطر یہ کام کرو تو ایک ہزار پونڈ نذر کروں گا۔ بصورت انکار آج سے
 تمہاری ڈیڑھ میں قدم رکھنا مجھ پر حرام ہوگا۔ سمجھ گئییں کیا؟“

”جی ہاں۔ اچھی طرح۔ مگر میں خود حیران ہوں کہ کیا جواب دوں۔“ اور واقعہ میں اس کی
 صورت سے سخت پریشانی ظاہر ہوتی تھی۔ ”میری سمجھ میں خاک نہیں آتا۔ کہ وہ کیا مقصد ہو گا جس
 کے لئے وہ آپ کے محل میں گئی تھی۔۔۔“

”یہی تو امور و بابوت طلب ہے۔“ ڈیوگ نے پُر بے بند ہو کر کہا۔ ”اوک لینڈس کے قیام
 میں اس عورت نے میرے نوکروں سے صد ہا سوالات پوچھے۔ بڑی تحقیق و تجسس سے کام لیا
 یہاں تک کہ ایسی باتوں سے دلچسپی ظاہر کی۔ جن کا میری دانست میں اس کو سان گمان بھی نہ
 تھا۔ ان حالات میں جو نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ یہی ہے کہ وہ ضرور کسی اگہرے منصوبہ کے لئے
 وہاں گئی تھی۔“

فینٹینیل عیارہ ایک لمحہ گہری سوچ میں ہی۔ پھر کہنے لگی۔ ”میرے نزدیک اس راز کی تحقیق
 کا ایک ہی ذریعہ ہے۔ یعنی یہ کہ اسکی خادمہ سکونہ سے مل کر کچھ حال معلوم کیا جائے۔ اس میں بھی
 مشکل یہ ہے کہ وہ بہت کم گو عورت ہے۔۔۔“

”سو اگرے۔ تم روپیہ کی بدولت اس کی بھی زبان کھل سکتی ہو۔“ باجی مونٹ نے کہا۔ ”دیکھ
 لو محض تمہاری وجہ سے میں کن اکھنوں اور مصیبتوں میں پھنس گیا ہوں۔ خدا ان کا مستیاناں
 کرے۔“

”آپ بار بار مصیبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔“ میڈم ایچلیک نے اندازِ حیرت سے کہا۔ ”مگر جس
 صورت میں اس عورت کی طرف سے کسی قانونی کارروائی کا اندیشہ نہیں۔ اور وہ معاملہ کو فاش
 کرنا بھی نہیں چاہتی۔ تو پھر حضور کے لئے کوئی اکھن اور مصیبت باقی رہ جاتی ہے؟ آخر کس لئے
 آپ بار بار اس خیال پر زور دے رہے ہیں۔ کہ وہ کسی خاص غرض سے اوک لینڈس گئی تھی؟“

یہ وقت بحث کا نہیں۔ پھر بھی مختصر طور پر کہنتا ہوں۔ اس عورت کی نقل و حرکت کی تہ میں ضرور کوئی خوفناک راز ہے۔ تم لاکھ کہے جاؤ۔ میں اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ کہ تم نے اُسے نہیں ٹھکارا۔ بلکہ اس نے تمہاری نادانی سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ذرا سوچ کر جواب دو۔ اوک لینڈس جلنے کی تحریک کس کی طرف سے ہوئی تھی؟

میدم اینجلیک نے مختصر سی دیر غور کیا۔ پھر کہنے لگی۔ ”ماں اب جو میں سوچتی ہوں۔ تو یاد آتا ہے۔ کہ پہلے اسی نے آپکے محل کی تعریف کرتے ہوئے اُسے دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ میں نے دوران گفتگو میں سرسری طور پر حضور کا نام لیا۔ تو وہ اوک لینڈس دیکھنے کی بے قراری ظاہر کرنے لگی۔۔۔“

”دیجھا“ دیوک نے جلدی سے کہا۔ ”کیا اب بھی یہ بات روز روشن کی طرح عیاں نہیں ہے۔ کہ اس نے اٹا تم کو موقوف بنایا۔ اور تم نے مجھے مصیبت میں مبتلا کر دیا۔“

”ماں۔ مگر کیسی مصیبت؟“ میدم اینجلیک نے بدستور حریت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ حضور کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ معاملہ کی تہ میں کوئی راز ہے جسے آپ ظاہر کرنا نہیں چاہتے۔ مگر جب تک آپ نصیحت معلوم کو مجھ سے پوشیدہ رکھیں گے۔ میں کس طرح حضور کو مدد دے سکتی ہوں؟ میں اس سے زیادہ تمہاری اداؤں نہیں چاہتا۔ کہ معلوم کرو وہ کس غرض سے اوک لینڈس گئی تھی؟“ مابچ مونٹ نے کہا۔ ”اُس کا مجھے یقین کامل ہے۔ کہ وہ محض سیر و تفریح کے لئے نہیں گئی۔“ آخر ملک میں بیسیوں اور محلات اس سے بھی پر فضا موجود ہیں۔ پھر اُسے خصوصیت سے اوک لینڈس دیکھنے کی خواہش کیوں ہوئی؟ پھر یہاں میں نے بیان کیا ہے۔ وہ اس ملک کے واسطے وادیاں بے خبر کوئی جاہل مطلق عورت نہیں۔ بلکہ ویسی ہی ہندب اور روشن خیال ہے جیسی کوئی فینشیل انگریز خاتون ہو سکتی ہے۔“

”خیر تو جہاں تک ممکن ہوگا میں اس بارہ میں تفتیش کرونگی۔“ میدم اینجلیک نے کہا۔ اور اگر خادمہ سگنہ سے کوئی ڈول بن گیا۔ تو فوراً آپ کو اطلاع بھیج دوں گی۔“

”ضرور اس میں سر موٹا ہل نہ ہو۔“ دیوک نے جواب دیا۔ اور شراب کا ایک گلاس اور پی کر رخصت ہوا۔

جب وہ اپنے محل واقع بلگریو سکور میں پہنچا۔ تو معلوم ہوا مسٹر آر میٹج اس کا منتظر کر رہا ہے اس کا نام سن کر دیوک کی پریشانی اور بڑھ گئی۔ بہر حال وہ سیدھا اس کمرہ کی طرف

جلد جہاں ڈوکا والد اس کا منتظر تھا۔ فکر و اضطراب کو حتی الوسع سکون و اطمینان کے پردہ میں چھپا کر ڈوک نے اس سے مصافحہ کیا۔ پھر کہا ”خیر تو بے بہ ملتا ہی تھا تو رات کے ساٹھ بے دس بجے آنے کی کیا حاجت تھی؟“

”میں اس تصدیق کے لئے معافی چاہتا ہوں۔“ آرمیٹج نے کہا۔ ”مگر ایسا ہی ضروری معاملہ تھا کہ بے وقت حاضر ہونا پڑا میں آپ سے درخواست کرنا چاہتا تھا۔۔۔“

”ارے! تو کیا ابھی تک تمہاری درخواستوں کا سلسلہ جاری ہے؟“ ڈوک نے غصہ اور سچ کو چھپانے سے قاصر رہ کر کہا۔ ”مگر جلدی ہی لہجہ بدل کہنے لگا۔ غالباً یہ نئی درخواست مالی امداد کے متعلق نہیں ہے؟“

”مجھے مذمت۔ اور افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے۔۔۔“ مسٹر آرمیٹج نے کہنا شروع کیا۔ ”آخر کیا بات ہے۔ کہ تمہاری مالی مشکلات اب روز بروز بڑھتی ہی جا رہی ہیں؟“ مایج ہونٹ نے گھبرا کر کہا ”مگر جو کبھی اتنے خوشحال ہوا کرتے تھے۔ اب بالکل ہی اوبار کی راہ پر چل رہے ہو۔“ ”مگر سرکاری مشکلات محض عارضی ہیں۔“ آرمیٹج نے کہا۔ ”مجھے کامل امید ہے کہ اپنی حالت کو بہت جلد اصلاح پر آؤں گا جس کے بعد پھر آپ کو تکلیف دینے کی حاجت نہ ہوگی۔“

”مگر یہی بات تم نے چھ سات مہینے قبل اس وقت کہی تھی۔ جب پچاس ہزار پونڈ قرض لے گئے تھے۔ اور تمہیں یاد ہو گا۔ کہ یہ روپیہ اب تک واپس نہیں ملا۔“ حضور والا جو کچھ فرماتے ہیں صبح ہے۔“ آرمیٹج نے زیادہ اصرار کے لہجہ میں کہا۔ ”مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی امر واقعہ ہے۔ کہ اگر مجھے کل دوپہر تک پچیس ہزار پونڈ نہ ملے۔ تو پھر میرا تباہ اور برباد ہونا یقینی ہے۔“

”پچیس ہزار پونڈ! مگر بوس۔۔۔“ ڈوک نے گھبرا کر کہا۔

”چپ مر کر رہ۔ یہ نام نہ لیجئے۔“ آرمیٹج نے جلدی سے کہا۔

”خدا اس نام کو عارت کرے۔“ مایج ہونٹ نے اس شخص کے انداز سے کہا جس کی پریشانی حد انتہا تک پہنچی ہوئی ہو۔

”مگر حضور کو یاد ہو گا۔ کہ یہ نام آپ ہی کے حکم پر ترک کیا گیا تھا۔“ آرمیٹج نے سرولہجہ میں کہا۔

”جلو جانے دو۔ نام کی بحث میں کیا رکھو۔“ ڈوک نے اکتا کر کہا۔ ”ڈوک ۲۵ ہزار پونڈ

کاتھا۔ میں پچا کہتا ہوں اس وقت میرے لئے اس کا انتظام کرنا غیر ممکن ہے۔۔۔ میں حقیقتاً اتنا روپیہ نہیں دے سکتا۔۔۔

”نہ میں روپیہ کی خاطر برباد ہونا منظور کر سکتا ہوں۔“ آرمیٹج نے برابر کے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔

”آخر تمہاری اس وقت کی حالت کیا ہے؟“ ڈیوک نے پوچھا۔

”محض روکوداد ہوگا میں نے پچاس ہزار پونڈ بیٹے وقت عرض کیا تھا۔ کہ میرا بے شمار روپیہ بد معاش پرستوں نے اپنی جیسا ذیوں سے برباد کر دیا ہے۔“ آرمیٹج نے جواب دیا۔ گذشتہ چھ ماہ میں میں اس نقصان کی تلافی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتا رہا ہوں۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ قسمت نا بہرہ بان ہے۔ اگلے نقصان کی تلافی ایک طرف۔ اٹا اس عرصہ میں کئی اور گھائے برکت کرنے پڑے ہیں۔۔۔“

”مگر تمہاری حالت روزمرہ اسی طرح بگڑتی ہی جائے گی۔ تو نئے مطالبات سے اس کی اصلاح معلوم“ ڈیوک نے کہا تب مجھے یاد ہے پچاس ہزار پونڈ قرض بیٹے وقت تم نے کہا تھا۔ کہ مجھے عنقریب بعض امرا سے بہت سا روپیہ وصول ہونی والا ہے۔۔۔“

”تھنا سہی“ آرمیٹج نے جواب دیا۔ ”مگر۔۔۔“

”مگر کیا؟“ ڈیوک نے گہرا کر پوچھا۔ ”وصولی کے بعد وہ بھی تو خاک میں نہیں مل گیا؟“

”محض روکوداد ہے۔“ آرمیٹج نے کہا۔ ”شومی قسمت سے سونے کو ماکہ ڈالتا ہوں وہ بھی مٹی ہو جاتا ہے۔ اب حالت یہ ہے۔ کہ اگر میں نے کل دوپہر تک پچاس ہزار پونڈ جمع کر کے بعض ہنڈیوں کا بھگتان نہ کیا۔ تو میری تباہی یقینی ہے۔ لیکن اگر آپ اس وقت میری امداد منظور کریں۔ تو میری ساکھ دوبالا ہو جائے گی۔ اور قرض لینے میں دقت کا سامنا نہ ہوگا۔“

”تو کیا میرے دیے ہوئے روپیہ کے علاوہ تمہیں کاروبار چلانے کو اور بھی قرض لینے کی حاجت ہے؟“ ڈیوک نے پوچھا۔

”محض جلتے ہیں۔ کاروبار میں لین دین کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ آرمیٹج نے جواب دیا۔ ”مگر جیسے ہی تقدیر یا روہنی۔ ساری شکلیں آسان ہو جائیں گی۔ ان دنوں میں نے بہت سا روپیہ سٹم میں لگا رکھا ہے جس کی کامیابی کے لئے مزید روپیہ کی حاجت ہے۔۔۔“

”اوہ! تم امدادوں کو خود روپیہ دیا کرتے تھے۔ اب ساہوکاروں کے دست مگر ہو“

ڈیوک نے کہا۔

”مگر اطمینان فرمائیے میرا تعلق پیشہ ورسو و خواروں سے نہیں سب ایک محرز سائسٹر ہے۔“
 آرمیٹج نے جواب دیا۔ ”ان کا نام مسٹر کو لین ہے۔ اور وہ بڈ فورڈ رو واقع ہو بورن میں رہتے
 ہیں۔ ان سے میں نے ۲۵ ہزار پونڈ ہندسی پر وصول کئے تھے جس کی ادائیگی کل لازم ہے۔ اگر
 یہ ہندسی ٹیک سکرگئی تو آگے چلکر میں ان سے ۵۰ ہزار تک وصول کر سکوں گا۔“
 ”مان لیا مگر سوال یہ ہے۔ کیا اس ۵۰ ہزار میں سے تم میرے حال کے ۲۵ ہزار واپس
 دے دو گے؟“ ڈیوک نے پوچھا۔

آرمیٹج نے ایک لمحہ تامل کیا۔ پھر کہنے لگا۔ ”ہاں وے دونگا۔“ مگر یہ الفاظ اس نے اس
 انداز سے کہے۔ گویا سہجنا ہے۔ کہ جب ضرورت ہوئی۔ پھر اتنی ہی رقم لے لوں گا۔
 ”دیکھو ٹریورس دیکاسٹ دینا۔۔۔“

”مائی لارڈ میں پھر عرض کرنے کی اجازت کرتا ہوں۔ آپ اس نام کے متعلق احتیاط نہیں
 فرماتے۔ کچھ عرصہ سے یہ لفظ کئی بار سہو آپ کی زبان سے نکلا ہے۔۔۔“

”سچ کہتے ہو۔“ ڈیوک نے بے خبرانہ انداز سے کہا۔ ”خیر باہر مجھ پر کل دس بجے دوپیرے جانا
 مگر یاد رکھو اسے چند دن میں واپس ادا کرنا تمہارا فرض ہوگا۔ لیکن نہ کہ دوسری صورت میں خود مجھے
 سخت مشکلات پیش آئیں گی۔ اس کے ساتھ ہی میری نصیحت یاد رکھو اور جہاں تک ممکن ہے بدلی
 اور رٹے گریز کو روکنا ہی نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں یقیناً بار بار ہو جاوے گا۔ ہاں مگر تمہاری بیٹی
 اور داماد کو بھی ان شکلات کا علم ہے؟“

”خدا کا شکر ہے نہیں۔“ آرمیٹج نے جواب دیا۔ ”زوتو باہر گئی ہوئی ہے۔۔۔“
 ”باہر۔ یعنی؟“ مارچ مونٹ نے تعجب سے کہا۔ ”اگدہ شہر سے باہر گئی ہوئی ہے۔ تو
 غالباً اس کا شوہر بھی ساتھ ہوگا۔“

”جی نہیں۔ وہ تنہا صرف خادماؤں کو ساتھ لے کر گئی ہے۔“

”کیوں؟“ ڈیوک نے انداز حیرت سے کہا۔ ”کیا میاں بی بی میں ان بن ہو گئی ہے؟“

”بالکل نہیں۔“ آرمیٹج نے جواب دیا۔ ”پچ پوچھے تو میری مدت اس کے ساتھ جانے کو بیقرار

تھا۔ مگر ذرا دیر خود ہی اکیلا جانے پر اصرار کیا۔ ورنہ کچھ عرصہ سے اس کی صحت خراب ہوتی جاتی
 تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا۔ اس کا کسی مستدل مقام پر جانا ضروری ہے۔ میں اور میری بیٹہ دونوں ساتھ

جانے کو تیار ہوئے مگر اسے پربند دیکھ کر وہ گئے۔ ہم بھی اصرار کرتے تو اسکی پریشانی اور بڑھتی جس کا اثر اس کی صحت پر یقیناً طراب مڑتا۔ میں نہیں جانتا اسے کوئی عرقی عارضہ یا مایوسی کی قسم سے کوئی بیماری لاحق ہے۔ بہر حال کچھ عرصہ سے یہ خیال بدنت اس کے ذہن نشین ہو چکا تھا کہ میری صحت جنوبی فرائس یا آئی میں چند ماہ تنہا سیر کرنے سے ہی ٹھیک ہوگی۔

اس صورت میں تم نے بہت اچھا کیا۔ کہ جھک گئے۔" ڈوک نے تسلیم کیا۔

"یہی بات میں نے سیرید ٹھنکے کہی تھی۔ مگر اس کو منانے میں بڑی وقت کا سامنا ہوا۔" آرمیٹج نے جواب دیا۔ "وہ نہ تو پرہیزگار جان سے غذا و عذر و اسکی عاشق سخی الحقیقت زو کا اپنا بیٹا ہے۔ کہ ایسی محبت جیسی ان دونوں میں ہے۔ کبھی مرد و عورت میں نہیں ہوتی۔ وہ تو محض بیماری کی وجہ سے اس سے جدا ہونے پر مجبور ہوئی۔" ورنہ دو ذوق ایکہ و دو سر کو دیکھ کر جیا کرتے ہیں۔ اس کے مختصر ڈی ویر بعد ستر آرمیٹج رخصت ہوا۔ تو ڈوک نے بینک کی کتاب نکال کر دیکھی اور اسے یہ جان کر سخت ہی سچ ہوا کہ آرمیٹج کو نیا چاک دینے کے بعد بینک کا خود اس کے ذمہ بہت سا روپیہ ہو جائے گا۔ اس میں شک نہیں اس کی ساکھ کھری تھی۔ اور بینک کو اسے بڑی بے ڈی رقم ادا کرنے میں اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ پھر بھی دوسرے کی حاجت روائی کرنے کو اپنے اوپر قرض کا بوجھ لئے جانا باعث تنگیں امر نہ تھا۔

اس کے دو سکر دن گیارہ بجے کے قریب میڈم ایجنیک سادہ لباس پہن کر بیرواڑ کو چلی جس بنگلہ میں رہ بگاری اندر راہ کرتی تھی۔ اس کے پاس جا کر اس نے دائرہ مارک کو باہر نکلنے دیکھا۔ اور یہ اس سے نظر بچانے کے خیال سے شرک پر اس طرح چلنے لگی۔ گویا کسی کام پر جا رہی ہے۔ پھر بھی مہمی نظروں سے اسکی طرف دیکھتی رہی تھی کہ وہ ایک ہند گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی چل دی۔ تو وہ بنگلہ کی طرف واپس ہوئی۔ اور کسی کے انتظار میں ادھر ادھر پہنچے لگی۔ مقور ڈی ویر بعد خادمہ سگوندہ باغ میں پھرتی نظر آئی۔ اسے دیکھ کر وہ بارڈ کے پاس گئی اور ایک دو بار کھانسنے کی آواز پیدا کی۔ اس سے ہندوستانی خادمہ کے کان کھڑے ہوئے اور وہ تیز چلتی اس مقام کی طرف آئی۔ جہاں میڈم ایجنیک دینخوں کے سایہ میں کھڑی تھی۔

قریب آئی تو میڈم ایجنیک نے پوچھا کسے تمہاری بیگم واپس آئیں۔ کیا ہے؟

"وہ تو پرسوں ہی آگئی تھیں۔" سگوندہ نے جواب دیا۔ "مگر تم تاؤ وہاں کیا کچھ ہوا ہے؟"

"کچھ بھی نہیں۔" میڈم ایجنیک نے افسردگی سے جواب دیا۔ "ہمارے سب منصوبے"

خاک میں مل گئے۔ تمہاری بیگم کے پاس ایک خنجر تھا۔ اُسے دیکھ کر ڈیوگ اتنے خوف نہ ہوئے کہ
ذرا تاب مقابلہ نہ لاسکے۔

”تب وہ تمہارا نام نہاد ڈیوگ کوئی نہایت ہی بزدل اور ڈرپوک آدمی ہوگا“ سگوند
نے جس کی خوشنما آنکھوں سے شکل نکلنے لگے تھے، اور عنابی ہونٹ فرط حقاقت سے مڑ گئے تھے، کہا
”پھر اب میرے پاس آنے کی کیا حاجت تھی؟“

”اگر اسے واپسی پر تم سے وہاں کا کچھ حال بیان کیا ہوگا؟“ میڈم ایجنیک نے پوچھا۔
”نہیں۔ اور ایک ایسی معزز خاتون کو ضرورت بھی کیا ہے۔ کہ وہ بھی معاملوں کا نوکر
خادماؤں سے کرتی بھرے۔“ سگوند نے جواب دیا۔

”کم از کم تم اپنی کوشش سے ضرور کچھ حال معلوم کر سکتی ہو۔“ میڈم ایجنیک نے کہا۔
”ناممکن۔“ سگوند نے جواب دیا، پھر سوچ کر کہنے لگی۔ ”علاوہ بریں جیب تم نے ایسا زریں
موقعہ ہاتھ سے کھو دیا۔ تو میرا کیا سر بھر ہے کہ از سر نو تمہاری مدد کروں؟“ یہ کہتے ہوئے ہندوستانی
خادمہ کی سیاہ آنکھوں میں اس قسم کی تیز روشنی پیدا ہوئی جیسے دیکھ کر میڈم ایجنیک دھڑکی۔
”سگوند اس نے بیکار کیا کسی تازہ خیال کے زیر اثر کہا۔“ میری دانست میں تم نے محض
روپیہ کی خاطر میری مدد کرنا منظور نہ کیا تھا۔۔۔“

”کیسے جانا؟“ خادمہ نے سر دھری سے پوچھا۔

”تمہاری ناکامی سے تمہیں جو رنج پہنچا ہے۔ وہی اس کا سبب بڑا ثبوت ہے۔ غالباً تمہاری
دلی خواہش تھی کہ ڈیوگ آج باج مونٹ تمہاری بیگم پر فتح پائیں۔ اور یہ کہتے ہوئے اس نے تیز
نظروں سے خادمہ کے چہرہ کو دیکھنا شروع کیا۔

”میں تمہارا مطلب بالکل نہیں سمجھتی اس لئے مفصل بیان کرو۔“ سگوند نے سکون کا لہجہ
پر قرار رکھتے ہوئے کہا۔

”میری رائے میں تمہیں کسی وجہ سے اپنی بیگم سے نفرت ہے۔ اسی لئے تمہنے اسے برباد کرنے
کی سازش میں حصہ لیا تھا۔“ میڈم ایجنیک نے کہا۔ ”کیا واقعی تمہیں اپنی بیگم سے کد ہے؟“

”تمہارا یہ خیال بھڑکے ہوئے ہے۔“ ہندوستانی خادمہ نے غیر معمولی بے چینی ظاہر کرتے ہوئے
کہا۔ ”بیگم مجھ سے ہمیشہ محبت اور عنایت کرتی رہی ہیں۔ اس لئے مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں
پھر بھی کوئی چیز یہاں چھپی ہوئی۔“ اور یہ کہتے ہوئے اس نے دل پر ہاتھ رکھا۔ ”مار مجھے ان کی بات“

پر اُٹھ رہی ہے۔ کوئی چہنی فرشتہ ہر بار مجھے بدی کی ترغیب دیتا ہے۔۔۔“
 اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ کہیں بیگم سے انتقام لینے کی خواہش ہے۔ اور اسی لئے تم نے اپنی
 ہر باوی کی سازش میں حصہ لیا تھا۔“

سیاہ کا عودت۔۔۔ سگوند نے غیر معمولی جوش کے لہجہ میں کہا، ”معلوم ہوتا ہے اس چہنی فرشتہ
 نے ہی کہیں میری کڑھیں و ترغیب کے لئے بھیجا ہے۔ کاش میں تمہاری محسوس صورت نہ دیکھتی۔ یا تم
 نے جو سازش کی تھی۔ اس میں کامیابی ہوتی۔ کیونکہ فی الحال مجھے حصول دعا کی خوشی تو ہونی نہیں
 مگر ایک نفل بد میں حصہ لینے کی سزا و مذمت لاحق ہے۔“

”تم مجھے ناحق کوستی ہو۔“ میڈم ایجنلیک نے نرم لہجہ میں جسے وہ بوقت ضرورت آسانی
 سے اختیار کر لیتی تھی۔ کہا، ”جو ہو چکا۔ اس پر بے سود ہے۔ سمجھاؤ آؤنی گذشتہ ناکامیوں سے
 اُمید کے لئے سبقت حاصل کرتے ہیں۔“ پھر دفعتاً کسی اور خیال کے زیمارٹ اس نے کہا کہیں تم اس
 لئے تو خفا نہیں ہو۔ کہ کہیں بھی ان عاشقِ تن و سیما مردوں سے جن کامیں نے پیشتر ذکر کیا تھا
 ملنے کی خواہش ہے۔ مگر تم آغازِ کار کامیابی کی تصدیق پسند کرتی ہو۔“

میڈم ایجنلیک کا اشارہ سمجھ کر سگوند کی سیاہ آنکھوں میں جھپٹیں چمکنے لگیں۔ کڑی آواز
 سے بولی۔ نادان تو سمجھتی ہے۔ میرے سینہ میں خیالات فاسد کا ہجوم ہے؟ اور یہ کہتے ہوئے
 اس نے اپنی دوہریا ساری کا آنچل ہٹا کر برف کی ایسی سپید چھائی برہنہ کی۔ نہیں۔ سو بار
 نہیں۔ اور ایک لمحہ کے لئے تیرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اپنی بیگم کو گناہ کے غار میں
 گرتا دیکھ کر خود بھی اسی طرف آنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ تو اس کی وجہ محض یہ ہے کہ میں نے پیشتر
 کسی تو مفتح یا تفصیل کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ مگر اب سنو اور یاد رکھو۔ کہ جن فاسق و فاجر مردوں
 کا تم ذکر کرتی ہو۔ ان میں سے کوئی میرا دہن چھونے کی کوشش کرے یا میری طرف آنکھ بھر کر
 بھی دیکھے۔ تو میں بیگم کی طرح خیر و کھانا کافی نہ سمجھوں گی۔ میں اس آلتیز کو دہیں اس کے سینہ میں ٹھپ
 دوں گی!

سگوند یہ الفاظ کہہ رہی تھی۔ تو یہی آنکھیں شعلہ بار تھپتھپتے چھوٹے چھوٹے اور سینہ متلاطم تھا
 ساتھ ہی جب اس نے اپنی دلفریب قامت کو اندازِ غمزے و راز کیا۔ تو اس کی صورت پر اب
 جلالِ ظاہر ہوا۔ کہ میڈم ایجنلیک سرعوب ہو کر دو قدم ہٹ گئی۔
 ”دل سے کہنے لگی۔ معاملہ کی تیریں ضرور کوئی گہرا راز ہے۔ اور میں نہیں جانتی۔ اس سحر تو

پر کیا رویہ اختیار کروں " پھر کچھ سوچ کر اس نے کہا - "سگوندہ پیاری مجھ سے اتنی سخی کس لئے؟ کیا ہم دونوں کو ملکر کام نہیں کر سکتے؟"

"مگر کس طرح؟" ہندوستانی خادمہ نے پوچھا - اور اب ایک لمحہ میں اس کا سکون پھر بحال ہو گیا - اگر میں بیگم کی تباہی کے لئے دوبارہ کوشش کرنا بھی چاہوں - تو اس کی کوئی صدمت نظر نہیں آتی - جب ایسا نامرد موقعہ ماحقہ سے نکل گیا - تو بناؤ اور کیا صورت پیدا کی جاسکتی ہے؟"

میری رائے میں پہلے کسی طرح یہ معلوم کر دو کہ اندرا کس لئے لوک لینڈس گئی تھی؟ یہ راز حل ہو گیا - تو پھر تمہاری آرزو بر لانے کی نئی صورت میں پیدا کر دو گی - اس صورت میں میری طرف سے انعام و اکرام میں بھی دریغ نہ ہو گا - "میدم اینجلیک نے کہا -

سگوندہ نے اپنی تیز سیاہ آنکھیں میڈم اینجلیک کے چہرہ پر گڑ دیں - پھر کہنے لگی - تو کیا تمہارے خیال میں بیگم تمہارے بہرہ کمانے سے دہانہ نہ گئی تھیں؟ کیا ان کے لوک لینڈس جانے کا مقصد کچھ اور تھا؟

"ہاں - یہ رائے دیوک آف بلج نے مجھ سے ظاہر کی تھی - اور یہی میرا اپنا خیال ہے - "میدم اینجلیک نے جواب دیا -

سگوندہ تقریبی ویر حالت فکر میں ہی زندگاہ فرش زمین کی طرف جھکی ہوئی - مگر چہرہ اتنا پرسکون اور سنجیدہ تھا کہ میڈم اینجلیک سی جہانگیرہ عورت بھی معلوم نہ کر سکی - اس کے دل میں کیا خیالات گزر رہے ہیں - آخر کار اس نے اپنا خوشامبر بڑی آہستگی سے اٹھایا اور فرانسیزی عورت کے چہرہ کو دوبارہ انداز تجسس سے دیکھتے ہوئے بولی - "معلوم ہوتا ہے - دیوک آف بلج مونٹ ڈرگے" - "اندرا کا طرز عمل ہی ایسا تھا کہ اس کے کسی طرح کے مہم اور پراسرار اندیشے پیدا ہو سکتے تھے -"

"کیونکہ؟" سگوندہ نے جلدی سے پوچھا -

"مفصل حالات تو میں نہیں جانتی - "میدم اینجلیک نے اس سوال سے گھبرا کر کہا - "مگر دیوک کہتے ہیں ایک عجیب لکڑی عورت کا ایسے عجیب حالات میں ان کے دیہاتی مکان پر جانا اور وہاں پُر اسرار طریق عمل اختیار کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا مقصد ضرور تشریف نیک تھا -"

میری اپنی رائے یہی ہے - "سگوندہ نے اسی پرسکون لہجہ میں کہا - پھر اپنی تیز آنکھوں کو پھر معنی انداز سے میڈم اینجلیک کے چہرہ پر جا کر اس لئے کہا - "بلج جانو اگر دیوک آف بلج مونٹ

نے بیگم اندرا کو موثر طریق پر برباد نہ کیا۔ تو وہ بے شبہ ان کی اپنی بربادی کا ذریعہ ثابت ہوگی ریپری
آجکل کی پیشگوئی یاد رکھنا۔ اور خبردار پھر کبھی ادھر آنے کی جرات نہ کرنا۔

”سگوندہ۔ سگوندہ۔ ذرا بیٹرو۔ میں صرف ایک لفظ اور کہنا چاہتی ہوں۔ میڈم ایجنیک
نے ان لفظوں سے حقیقتاً خوف زدہ ہو کر کہا۔ کیونکہ اسے خیال آیا۔ اگر ڈیوک آف ہارچ مونٹ کسی
مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ٹکسن کی طرح میرا بھی ساتھ چس جانا یقینی ہے۔ وہ سمجھتی تھی جس بربادی
کی طرف سگوندہ نے اشارہ کیا ہے۔ وہ ضرور اندرا کی کسی انتقامی کوشش سے متعلق ہے۔ اور
ظاہر تھا کہ اندرا نے ڈیوک کے خلاف کوئی کارروائی کی۔ تو میڈم ایجنیک کا بھی گفت میں آنا
لازم تھا۔ کیونکہ وہ اس رنٹ میں ساوی حصہ دار تھی۔

سگوندہ ان فیصلہ کن الفاظ کے بعد تیز چلتی واپس جا رہی تھی۔ مگر میڈم ایجنیک کی انتہا
پر ڈک لگی۔ اور کہنے لگی ”تباؤ اور کیا چاہتی ہو؟“

”تم نے کہا ہے اگر ڈیوک نے اندرا کو برباد نہ کیا۔ تو وہ خود ڈیوک کو برباد کر دے گی۔ یہ
میں پہچانتی ہوں کہ اگر ڈیوک نے تمہاری بیگم کے خلاف کوئی نئی کارروائی کی۔ تو کیا تم اس میں
مداخلت کرنا؟“

سگوندہ تھوڑی دیر چپ ہی رہی۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگی ”کل اسی وقت یہاں مجھ سے ملنا۔ اس
وقت میں تمہارے سوال کا جواب دوں گی۔“

اتنا کہہ کر وہ تیز چلتی بنگلہ کی طرف چلی گئی۔ اور اس کلبے وارغ سپید لباس بہت جلد
درختوں کے پیچھے میڈم ایجنیک کی نظروں سے چھپ گیا۔

باب ۵۸ نیا خطرہ

اسی رات ۱۵ اور ۱۰ بجے کے درمیان ڈیوک آف ہارچ مونٹ اور میڈم ایجنیک اس رہائش گاہ
میں بیٹھے رہے جو فرانسیسی عیارہ کی نشست گاہ کا کام دیتا تھا۔ باتیں کر رہے تھے۔ میڈم ایجنیک
نے وہ سب گفتگو جو دن کے وقت سگوندہ سے ہوئی تھی۔ ڈیوک سے مفصل بیان کر دی تھی۔ مگر
اس سے ہارچ مونٹ کا اضطراب اور بڑھ گیا تھا۔ میڈم ایجنیک نے سردست ڈیوک سے اسکی

موجودہ پریشانی کی وجہ دریافت نہ کی تھی۔ کیونکہ اپنے خیال میں وہ سمجھے ہوئے تھی۔ کہ اس کا تعلق انہی مشکلات سے ہے جو اندر کے حالات سوچی ہوئی منوس تجویز کی بدولت ہم دونوں کو ہمیشہ آنے والی ہمیں چھانچہ اسی خیال سے اس نے کہا۔ ”کل رات حضور نے کہا تھا۔ اس معاملہ میں ہمارے لئے قانونی مواخذہ کا خوف نہیں رہیں پوچھتی ہوں یہ بات آپ نے کس خیال سے کہی تھی؟“

”خدا جانے کس خیال سے کہی تھی۔“ ڈیوک نے مضطرب ہر کر جواب دیا۔ تم جانتی ہو میں اس وقت سخت جوش میں تھا۔۔۔“

”تو بھی آپ کی رائے میں اس عورت کی طرف سے کیا کارروائی ہو سکتی ہے؟“ میڈم ایجنیک نے گھبرا کر پوچھا۔

”اس نے مجسٹریٹ میں سب تعاف ذرا کر دیا۔ تو تمہیں فوراً زیرِ حراست کر لیا جائے گا۔“ ڈیوک نے جواب دیا۔ ”اور میں گواہ بننے رتبہ امارت کی بدولت اس دولت سے بچ رہوں گا۔ تاہم اس انکشاف سے میری بھی جیسی کچھ بدنامی ہوگی۔ وہ محتاج بیان نہیں۔“

میڈم ایجنیک ان لفظوں کو سن کر کانپ گئی۔ مگر ڈوبتے ہوئے آج کی طرح تنکے کا سہارا لیکر کہنے لگی۔ ”کل جب اس خاوند سے میری باتیں ہوئیں۔ تو جہاں تک یاد ہے۔ اس نے یہ نہیں کہا۔ کہ اندر ہمیں بھی تنہا کرنا چاہتی ہے۔ پھر یہ بات اب تک راز میں ہے کہ جیسا حضور نے فرمایا تھا۔ اس نے اوک لپنسٹس کے حالات کی اتنی تحقیق کیوں کی۔ اس لئے مائی لارڈ اس نے اس امید کا سہارا لینے ہوئے جو اس کے دلیں پیدا ہو گئی تھی ماصرار کہا۔ جہاں تک میرا خیال ہے خطہ فقط آپ کے لئے ہے۔ میری ذات اس شمار میں نہیں۔“

”یہ بات ہے کیا؟“ ڈیوک نے جس کے چہرہ پر عجیب طرح کا اثر پیدا ہو گیا تھا۔ کہا۔ ”میڈم ایجنیک۔ تم ان مشرقی عورتوں کا حال نہیں جانتی ہو۔ ان کے دونوں تک پہنچنا حقیقت میں غیر ممکن ہے۔ وہ پراسرار۔ دباہ قدم اور ان سانچوں کی طرح خطرناک ہیں جو ان کے ملک میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سگوند کی بات پیچھے نہ ڈالو۔ اور یاد رکھو۔ اندر بڑی مستقیم اور کینڈوز عورت ہے۔۔۔“

اس وقت ایک نوکر اندر آکر میڈم ایجنیک کے کان میں کچھ کہا۔

وہ کہنے لگی۔ ”بہت اچھا۔ کہہ دو میں ایک منٹ میں آتی ہوں۔“

نوکر چلا گیا تو ڈیوگ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

”کوئی صاحب ایم۔ برٹن کے مکان کی راہ سے آئے ہیں۔“

”تو جاؤ اسے کچھ کہہ کر ملو۔“ پانچ منٹ نے بگڑ کر کہا۔ ہماری اس وقت کی گفتگو تمہارا عام کاروبار سے زیادہ قیمت رکھتی ہے۔“

”اطمینان فرماتے ہیں ابھی حاضر ہوتی ہوں۔“ فرنیسیسی عورت نے جواب دیا۔ ”کوئی اجنبی معلوم ہو رہا ہے جسے ایم برٹن نے میرے پاس بھیجا ہے۔ ایسے آدمی سے لازماً اخلاق کا برتاؤ کرنا پڑتا ہے۔“

اتنا کہہ کر میڈم انجیلیک ڈیوگ کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر باہر نکل گئی۔ اور اس عشرت کوہ کی طرف ہوئی جس کا ذکر پیشتر کی باتوں پر ہو چکا ہے۔ اس جنت کی عورتیں اس وقت سب کی سب غائب تھیں۔ اس لئے اکھاڑا خالی پڑا تھا۔ مگر ایک شخص جو بظاہر وہی گاہک تھا جسکی نوکر نے اطلاع دی تھی کھڑا ہو کر آئینہ دار دروازہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ آدمی خوش پوش تھا۔ مگر میڈم انجیلیک کی تیز آنکھ نے فوراً معلوم کر لیا کہ وہ صحیح معنوں میں طبقہ شرفا سے نہیں ہے۔ اسکی صورت میں گنواروں کا عنصر غالب تھا۔ اور وہ شاندار لباس جو اس وقت اس نے پہن رکھا تھا اسے بالکل نہیں سمجھتا تھا۔ دیکھا کہ اس عیار کو کھٹی دارنی کے دل میں ایک غرقانک شہر پیدا ہوا۔ مگر اپنے مضطرب کو ظاہر تہی نسیم میں چھپا کر وہ اطمینان سے چلتی اس کے پاس گئی۔ جواب تک آئینہ دار دروازہ کے امتحان میں اتنا مہمک تھا کہ اسے میڈم انجیلیک کی آمد کا بھی علم نہیں ہوا۔

”کیا آپ ہی کا نام میڈم انجیلیک ہے؟“ اس نے مڑ کر پوچھا۔

”جی ہاں۔ لوگ مجھی کو اس نام سے یاد کرتے ہیں۔“ عورت نے بڑے اخلاقی سسکا کر جواب دیا۔

”اچھا تو سنئے۔ میں محکمہ مراغزسانی کا افسر ہوں۔“ اجنبی نے بڑے اطمینان سے کہا۔ خطا کار عورت کے منہ سے ہلکی دہلی ہوئی چیخ نکلی۔ اس مختصر جملہ نے اس وقت جب اسکی روح پہلے ہی فکر جانکاہ سے گھلی جاتی تھی۔ ایک لمحہ کے لئے اس کے دماغ کو چکر میں ڈال دیا۔ اور قریب تھا کہ غشش کھا کر گر جاتی۔ مگر اجنبی نے اسکی حالت دیکھ کر کہا۔

”ڈرو نہیں۔ میں صرف دوستانہ پیرا میں حاضر ہوا ہوں۔“

اس سے میڈم ایچلیک کا ایک صدمہ اطمینان ہو گیا۔ اور اب اس نے ملاقاتی کی تعظیم میں غیر معمولی تکلف کا اظہار شروع کر دیا۔ بڑی قدم سے ایک میز کے پاس بٹھا کر بہترین شراب اور سامان اکل حاضر کیا۔ اور وہ بھی بٹے اطمینان کے ساتھ ان چیزوں کے خورد و نوش میں مصروف ہو گیا۔

شراب کا دوسرا گلاس چماتے ہوئے اس نے کہا "میڈم ایچلیک تعلق برطرف میں آپ کے حسن اخلاق کی داد دیتا ہوں۔ اور اسی اخلاق حمیدہ سے قائل ہو کر کہنا پڑتا ہے کہ میرا ارادہ پہلے کچھ بھی ہو۔ موجودہ فیصلہ یہ ہے کہ آپ کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچنے دوں گا۔ میرا نام شید بولٹ ہے شاید کبھی آپ نے سنا ہو گا۔"

"افسوس مجھے آپ کا شرف شناسائی حاصل نہیں۔ میڈم ایچلیک نے کہا۔ مگر اذرا کہرم یہ و فرمائے۔ اس وقت آپ کی تشریف آوری کیسے ہوئی؟۔۔۔ دراصل مجھے سخت تشویش ہو رہی ہے۔"

"اطمینان فرمائے۔ میڈم اطمینان فرمائے۔ مسٹر شید بولٹ نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ "بیری طرف سے کسی تشویش کی حاجت نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس نے چاندی کی چھری سے پہلے سفنجی کاک کا بڑا سا ٹکڑا کاٹتے اور پھر اسی کی مدد سے تربوز کی ایک تاش تراشتے ہیں۔"

"کہا بات دراصل یہ ہے کہ پولیس کو اطلاع دی گئی ہے۔۔۔"

"اطلاع! کون ہے جس نے میرے خلاف اطلاع دی؟" میڈم ایچلیک نے جو سر سے پاؤں تک کانپ رہی تھی گھبرا کر پوچھا۔

"اے! یہ سوال ایسا ہے جس کا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ شید بولٹ نے جس کا منہ اچھی طرح بھل دیا تھا۔ وقت سے بولے ہوئے کہا۔ "ہاں اتنا بتا سکتا ہوں کہ آج ہی کمشنر پولیس کو اطلاع دی گئی ہے کہ آپ ہزارہ کے علاوہ کچھ ایسا دیکھا کاروبار بھی کرتی ہیں۔۔۔ میں قصد تشریح نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی کا دل دکھانا میری عادت میں داخل نہیں۔۔۔ ارے پر یہ شیری کتنی مزیدار ہے اور پورٹ تو۔۔۔ راہ ہی وا۔"

"ابھی! کیا بات، کمشنر پولیس کے کاؤں تک پہنچ گئی؟ یہ نصیبہ عورت نے دست آسن لے لیا ہے۔"

"افسوس۔ افسوس۔ اب میرا کیا ہو گا؟"

"میں نہیں میڈم۔ گھبرائے نہیں۔" مسٹر شید بولٹ نے جلد جلد کھانے پر باقاعدہ صفات

کرتے ہوئے کہا۔ آپ کا نصیب یاد رہتا۔ کہ معاملہ کی تفتیش میرے سپرد کی گئی۔ ورنہ میرا بھائی کوئی اور ہونا تو بخدا تم اس وقت تھانے میں ہوتیں۔ گزیری عادت کچھ اور طبع کی ہے۔ میں جانتا ہوں شرفا سے شرارت کا سلوک کرنا چاہیئے۔ اور ایسی۔ ایسی فیاض خاؤں سے جیسی آپ ہیں میں کسی حال میں سختی روا نہیں رکھتا۔“

وہ لفظ ایسی پرک گیا تھا۔ کیونکہ پہلے اس کے آگے معزز کا لفظ استعمال کرنا چاہتا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر اسے فیاض سے بدل دیا۔

صاحب اس صحنہ کے لئے جو آج آپ نے میری ذات پر کیا ہے۔ دل شکریہ قبول فرمائے۔“ میڈم انجلیک نے کہا۔ کیونکہ مسٹر شیڈ بولٹ کی زبانی اپنی تعریف سن کر اب رفتہ رفتہ اس کا اطمینان ہونے لگا تھا۔

”دیکھیے میڈم شرعراں فرس نے جو بڑے اطمینان کے ساتھ پھل مٹھائی اور شراب نوش کر رہا تھا کی کشران پولیس کو جو اطلاع بھیجی گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ آپ کا ہمسایہ فرانسیسی درزی آپ سے ملا ہوا ہے۔ اور اگر کوئی خوش پوش آدمی آہستہ سے اس کو کہدے کہ مجھے ساتھ والے مکان میں ایک لیڈی سے ملنا ہے۔ تو بے تامل اور بھیجتا ہے۔ میں خود اسی راہ سے آیا ہوں۔ گو بخدا اپنی زندگی میں میں نے کبھی خفیہ اور عجیب ایجادیں دیکھی ہیں۔ مگر ان سب میں آئینہ ورد و روانہ کی ایجاد واقعی مایہ ناپ ہے۔“

”خدا کی پناہ! تو کیا یہ سب حال کشران پولیس کو معلوم ہو گیا؟“ میڈم انجلیک نے پریشانی کی حالت میں کہا۔

”لو بھلا۔“ ایسے راز کبھی پولیس سے چھپا کرتے ہیں؟“ مسٹر شیڈ بولٹ نے کہا۔ تعجب تو اس بات کا ہے کہ معاملہ اتنی مدت پر شدید رہا۔“

”پھر اب فرانسے آپ میرے لئے کیا کر سکتے ہیں؟“ آپ میرے کو فرماہیں جس طرح حکم دیں گے کر دیں گی۔“ فرانسیسی عورت نے کہا۔

”مجھ سے جو ہو سکتا ہے اس سے دریغ نہیں۔“ مسٹر شیڈ بولٹ نے جواب دیا۔ مگر آپ کاٹھن دنیا میں ہر چیز کی کچھ نہ کچھ قیمت ہوتی ہے۔ آخر جب آپ خریداروں سے یہاں آنے اور آرام کرنے کی قیمت لیتی ہیں۔ تو اگر میں انکے شیڈ بولٹ یا ایماندار ایک جیب لوگ عام طور پر مجھے کہتے ہیں اپنی خدمات کی قیمت مانگوں تو کیا مضائقہ ہے۔“

”بالکل نہیں۔ بشرطیکہ میری نصیحت پر عمل پورا ہے۔ میرا نام ایما ڈرائٹلک شیڈ بولٹی ہے۔ او میں کسی قانون کو دھوکا دینا گناہ سمجھتا ہوں۔ بس اب میم اگر آپ اجازت دیں۔ تو میں رخصت ہوتا ہوں۔“

مسٹر شیڈ بولٹ نے بینک نوٹوں کو جیب میں ٹول کر اطمینان کیا۔ اور چلتے چلتے شراب کا ایک اور گلاس میڈم اینجلیک کی اور دوسرا اپنی صحت کا جام اکھر پی ڈالا۔ پھر ان دو کو ناکافی سمجھ کر تیسرا ترقی طالع کے نام پر ختم کیا۔ اس کے بعد دکان پر آتا ہوا آئینہ دار دروازہ کی طرف جا رہا تھا کہ میڈم اینجلیک نے پوچھا۔ تو آپ کو واقعی معلوم نہیں کس نے پولیس میں الحلاع بھیجی؟ غور کر کے جواب دیجئے۔ وہ کوئی عورت تو نہ تھی؟“

مسٹر شیڈ بولٹ کو حقیقت میں اس کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ مگر شراب کے نشہ اور حالات کے اثر نے ہی جہاں سے پر مجبور کیا کہ وہ سب ٹال سے واقف ہے۔ پورا راز لہجہ میں کہنے لگا۔ معاملہ میرے اور آپ ہی کے درمیان ہے۔ ”یعنی تو وہ عورت ہی۔“

معلوم ہوتا ہے آپ کوئی بات مجھ سے چھپانا چاہتے ہیں۔ میڈم اینجلیک نے کہا۔ تہہ نالی سے صاف صاف کہئے۔۔۔“

”لیکن میم ہم لوگ محکمہ سرعزسانی کے انفریگر سب ٹال ظاہر کرنے لگیں۔۔۔“

”مگر اتنا تو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اطلاع دینے والی کوئی عورت تھی۔ میڈم اینجلیک نے کہا۔ اچھا اس قدر اور دہرایا دیکھے کیا وہ عورت۔۔۔ وہ عورت۔۔۔ بیسز وائرس رہتی ہے؟“

”آپ واقعی مجبور کہہ رہے ہیں۔“ شیڈ بولٹ نے اس کی طرف زندانہ انداز سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”جئے آپ کی خاطر میں یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ وہ بیسز وائرس ہی رہتی ہے۔“ مگر ناظرین کی واقعیت کے لئے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس شخص کو اطلاع کے ماخذ کا صحیح حال بالکل معلوم نہ تھا۔

اس کے بعد وہ رخصت ہوا اور میڈم اینجلیک تیز چلتی ڈیوٹک آف مایچ ٹوٹ کے پاس گئی۔ ہر چند یہ معاملہ اطمینان بخش طریق پر۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ اطمینان بخش طریق پر جس کی اسے اس وقت امید تھی جب ”محکمہ سرعزسانی کے انفر“ کا لفظ اس کے کانوں میں پڑا۔ اٹے ہو چکا تھا۔ تاہم اس کا اضطراب اب بھی قائم تھا۔ ڈیوٹک آف مایچ ٹوٹ نے اس کی صدمہ سے جان لیا کہ ضرور کوئی نیا ماجرا پیش آیا ہے۔

”کیا خبر لائی ہو؟“ اس نے بد مزاجی سے پوچھا۔ میں جانتا ہوں مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی پھر بھی معلوم تو ہو۔ یہ نیا معاملہ کیا ہے؟“

”میڈم ایجنلیک نے ڈیوک سے سب حال پوری تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا۔ کہ میں نے اپنی حکمت عملی سے مسٹر شیڈرولٹ سے منوالیا ہے۔ کہ جس عورت نے پولیس کو اطلاع دی۔ وہ بیرواٹر میں رہتی ہے۔ اس سے بائیں ہونٹ کو سخت حیرت ہوئی اندر لے اؤگ لینڈس سے چلتے وقت وعدہ کیا تھا۔ کہ میں اس راز کو پوشیدہ ہی رکھوں گی۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ میڈم ایجنلیک کی معافی بھی اسی میں شامل ہے۔ اس میں شک نہیں۔ دوران گفتگو میں وہ محض اس لئے میڈم ایجنلیک کی فرضی خطروں سے ڈراتا رہا تھا۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح خوف زدہ ہو کر اس نئی سازش میں جو وہ اندر کے خلاف عمل میں لانا چاہتا تھا۔ شامل ہو جائے۔ مگر حقیقت میں اُسے قانونی گرفت کا قطعاً احتمال نہ تھا۔ لیکن اب جو حال میڈم ایجنلیک کی زبانی معلوم ہوا۔ اس سے ظاہر تھا کہ اندراکم اڈکم میڈم ایجنلیک کو نرا دل لاسے پرتلی ہوئی ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ اس نے سوچ سوچ کر کہا۔ ”اندرا کو تمہارا سہ مکان کے اسرار کو نہ معلوم ہوئے؟“

”اس کی تو مجھے بھی حیرت ہے۔“ میڈم ایجنلیک نے جواب دیا۔ ”کاشکے ان مشرقی خورولہ سے واسطہ ہی نہ پڑتا۔“

”دیکھا۔ اب معلوم ہوا۔ ہم کس الجھن میں پھنسے ہوئے ہیں۔“ ڈیوک نے طنز یہ لہجہ میں کہا۔ ”ڈراویر پیشتر تم یہ سوچ کر غور ہو رہی تھیں کہ اندرا انہیں نقصان پہنچانا نہیں چاہتی...“

”مگر میں دیکھتی ہوں۔ کم نجات نے ابھی سے میرے خلاف انتقام کا آغاز کر دیا ہے۔ میڈم ایجنلیک نے کہا۔ ”اور اب خدای ہی بہتر جانتا ہے۔ اس کا انجام کیا ہوگا؟“

”انجام؟“ بائیں ہونٹ نے جلدی سے کہا۔ ”اطمینان رکھو۔ اس معاملہ کا انجام اس آسانی سے نہ ہوگا۔ جیسا تم خیال کرتی ہو میں پھر کہتا ہوں۔ یہ مشرقی عورتیں دیکھنے میں اتنی خوبصورت ہوں باطن میں سنیڑنی اور ناگن ہوتی ہیں۔ اب کہ ہم ان کے انتقام کا نشانہ بن چکے ہیں...“

”آہر آپ ہی فرمائے ہمیں اب کیا کرنا چاہئے؟“ میڈم ایجنلیک نے فرط خوف سے کلپتے ہوئے کہا۔

ڈیوک اس کے چہرہ کو نظر غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ ”تم نے سگوند سے نہیں

پوچھا تھا کہ کیا تم آئندہ ہماری مدد کرو گی؟ پھر کیا اس نے تسلیم نہیں کیا کہ کوئی زبردست
مگر نامعلوم احساس مجھے سلیم کی تباہی پر افسوس رہا ہے۔ علاوہ بریں اس نے کل صبح پھر تم سے
ملنے کا وعدہ کیا ہے۔۔۔“

”کیا تو ہے۔ مگر میں سوچتی ہوں اب میں کرنا کیا چاہیے؟“
”یہ بتاؤ کہ جب تم نے سگوند سے مدد مانگی تھی۔ تو اس وقت تمہارے دل میں کیا
خیالات تھے؟“ مایہ مونٹ نے پوچھا۔

”میرے دل میں کوئی قابل ذکر تجویز نہ تھی۔ میں نے تو محض ہر سہری طور پر اسے مدد دینے
کے لئے کہہ دیا تھا۔ کیونکہ اس وقت میں سخت پریشان اور خائف تھی۔۔۔“

”مانا جو کچھ تم کہتی ہو۔ صحیح ہے۔“ مایہ مونٹ نے بدستور فرانسیسی عادت کی طرف غور سے
دیکھتے ہوئے کہا۔ ”بہر حال کوئی تجویز۔ کوئی خیال۔ کوئی نکتہ ضرور تمہارے دماغ میں ہوگا۔“
”اس سے معلوم ہوتا ہے۔ خود آپ کے ذہن میں کوئی تجویز موجود ہے۔“ میڈم ایجنڈیک
نے کہا۔ ”ایسا ہو تو اسے چھپانے سے کچھ حاصل نہیں مفصل بیان کیجئے۔ کہ اس پر عمل کیا جائے
یا درکھئے۔ میں اس وقت دشمن سے نجات پانے کو سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوں۔“
”بچے دل سے کہتی ہو؟“ ڈیوک نے کڑی اور آگے سرکاتے ہوئے پوچھا۔

”معلوم نہیں آج آپ میری طرف ایسی نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہیں؟“ عورت نے
کہا۔ ”اور پھر لڑکھڑاتی ہوئی آواز سے بولی۔“ فرمائے۔ آپ کی وہ تجویز کیا ہے۔ معقول ہوئی تو
مجھے اس پر عمل کرنے میں سرمد عذر نہ ہوگا۔“

”آئندہ۔۔۔“ مایہ مونٹ نے کہنا شروع کیا۔ ”اور پھر چپ ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کوئی
بات کہنا چاہتا ہے مگر پھر رگ جاتا ہے۔ آخر ہتھوڑے تال کے بعد اس نے کہا۔“ اندر کی
ہستی کسی وجہ سے سگوند کو غار کی طرح کھلتی ہے۔۔۔“

”ان لہذا میڈم ایجنڈیک نے وہی آواز سے کہا۔“ آگے کہئے۔“

ڈیوک نے اپنی کرسی اور آگے سرکائی۔ اور فرانسیسی عورت کے بالکل پاس پہنچ کر آہستہ
سے کہنے لگا۔ ”سگوند اگر اس غار کو نکال دے۔ تو کیا ہم سب کی بہتری نہیں ہے؟“
میڈم ایجنڈیک چونک گئی۔ پھر جلدی ہی مری ہوئی آواز سے کہنے لگی۔ ”مگر سوال یہ ہے کہ کیا
وہ ایسا کرے گی؟ پھر بھی۔۔۔“

”پھر بھی کیا؟“ ڈیوک نے پوچھا۔ اور تھوڑی دیر میڈم ایجنلیک کی طرف دیکھنے کے بعد کہنے لگا، ”سگوند نے کل صبح تم سے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر اس موقع پر اسے کچھ اشارہ دے کر سادہ ہی سوپیہ کی جھلک دکھا دی جائے۔“

”آئندہ! کیا اشارہ؟“ میڈم ایجنلیک نے اسی ہلکی آواز سے پوچھا۔ اور وہ سہی ہوئی نظروں دائیں بائیں دیکھنے لگی۔ کو کوئی سننے والا تو نہیں ہے۔

”اُس کا سننے کو نکال دیے گا اور کیا۔“ مایج مونٹ نے آہستہ سے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔

اس کے بعد وہ دونوں بھی اوباشل رئیس اور سیاہ کار عورت بہت دیر تک ایک دوسرے کی طرف نہ مٹھتی نظروں سے دیکھتے رہے۔ ان کے خیالات کی سیاہی ستھرس لگا ہوں سے ظاہر بھی تھوڑی دیر سکوت رہا۔ اس کے بعد مایج مونٹ نے اپنا ہاتھ میڈم ایجنلیک کے بازو پر رکھ کر کہا، ”تاؤ یہ کام کر سکتی ہو؟“

”کرنا ہی پڑے گا۔“ اس نے جواب دیا۔ اور اس کے بعد ایک لمبی گہری سانس لی۔

مایج مونٹ نے اپنی بجائے اٹھ کر شراب کے دنگلاس پر کئے۔ ایک میڈم ایجنلیک کو دیا۔ اور دوسرے کو خود لاجر عہ لی گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو خوشی انسان ہیں جو بے ادغوانی اپنے غمیں سادہ کی تصدیق کر رہے ہیں۔

ان میں تھوڑی دیر کچھ اور گفتگو ہوئی۔ جس کے بعد ڈیوک آف مایج مونٹ رخصت ہو گیا۔

باب - ۵۹

سگوند میدان عمل میں

اگلے دن میڈم ایجنلیک وقت مقررہ پہنچ چکی تھی۔ جہاں سگوند نے اس سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اور تھوڑی دیر بعد ہندوستانی خاندان بھی آگئی۔ آتے ہی کہنے لگی ”جو کچھ تمہیں کہنا ہوا مختصر کے ساتھ جلد کہہ دو۔ ورنہ مارگ اور اُدھر پھر رہا ہے۔“

میڈم ایجنلیک یوم گذشتہ کی باتوں سے ہندوستانی خاندان کی سیرت کا کافی طور پر متوجع

اندازہ کر چکی تھی۔ اس وقت براہ راست اہل طلبہ کی طرف اشارے کیے اس نے کہا: ”سگوندہ پتہ
کہہ دیا۔“ اسے دل میں کوئی آرزو یا خواہش ایسی ہے جسے تم پر راکرنا چاہتی ہو۔ مگر جرات نہیں
ہو رہی؟“

”میں اذ پھیلنے لگا، سطرانہ پڑھتی رہی۔ اس لئے یہ کہنا ہو۔ صاف صاف کہو،“ اور یہ کہتے
ہوئے ہندوستانی عورت نے اپنی سیاہ چمکی آنکھیں میڈم اینجلیک کے چہرہ پر جمادیں۔
”مجھے معلوم نہیں، بہتیرا اپنی بیگم سے کس لئے خصوصیت ہے۔ بہر حال اتنا جانتی ہوں کہ ہے
مہر،“ میڈم اینجلیک نے جلدی سے کہا۔ ”اس عورت میں حیرت ہے کہ تم اپنے جذبات کو براہِ ردا
چلی جاتی ہو۔ حالانکہ اگر مجھے کسی سے حسد یا نفرت ہوتی۔ تو میں اپنا انتقام ایک دن بھی ملتوی
نہ کر سکتی۔“

”آہ میں نے کل ہی کہا تھا۔ کہ تم اس جہنی فرشتہ کی بھیجی ہوئی عورت پر جو مجھے بدی پر مال کر
رہا ہے۔“ سگوندہ نے کہا ”تہا سے حال کے لفظوں سے اس خیال کی۔ ہی ہی تصدیق ہوتی ہے۔“
یہ کہتے ہوئے سگوندہ نے پہلے تجنی نظروں سے مار کر طرف دیکھا۔ پھر رنڈہ رفتہ اس کی آنکھیں
فرانسیسی عورت کے چہرہ پر جم گئیں۔ اور سینہ کے تلاطم سے اس کا سپید لباس تیز حرکت کرنے لگا
”میں نے سنا ہے ہندوستانی عورتیں بڑی بہت مستقل مزاج اور دلیر ہوتی ہیں۔“ میڈم
اینجلیک نے کہا۔ ”اور اگر انہیں کسی سے نفرت ہو جائے۔ تو اس کی ہستی مٹانے میں کسی خطرے یا
دک سے نہیں ڈرتیں۔“ مجھے معلوم نہیں تھیں اپنی بیگم سے کس لئے نفرت ہے۔ بہر حال اتنا جانتی ہوں
کہ ہے۔ اور یہہ بھی ظاہر ہے کہ تہا سے اندر وہ حوصلہ۔ دلیری اور استقامت موجود ہے۔“
”آہ اب کیا الفاظ میں جو تم مجھ سے کہہ رہی ہو۔“ سگوندہ نے اندازِ حیرت سے کہا۔ ”اور کیا وجہ
ہے کہ وہ میرے سینہ کے اندر اسی مقام پر اترے جا رہے ہیں۔ جہاں بدی کا فرشتہ
سلط ہے۔۔۔“

اس نے بائیں چھاتی کو دونوں ہاتھوں سے بزدل دبا دیا۔ گویا اس طرح دل کی تیز حرکت کو
روکنا چاہتی تھی۔ منہ سے کراہنے کی مدھم آواز نکلی۔ اور وہ ان خیالات کو سوچنے لگی۔ میڈم اینجلیک
کی تعلیم سے اس کے دماغ میں پیدا ہونے لگے تھے۔ نمایاں طور پر کانپ گئی۔
”سگوندہ میں تمہیں وہ راہ بتا سکتی ہوں۔“ میڈم اینجلیک نے اپنی گردن بار کے اوپر سے
سگوندہ کی طرف بڑھا کر اور اپنا منہ اس کے کان کے پاس لے جا کر مدھم آواز سے کہا ”میں وہ

راہ بتا سکتی ہوں جس سے کسی خطرہ کے بغیر تم اپنے جذبہ انتقام کو پورا کر سکتی ہو۔ فرض کرو۔ دشمن کے سینہ میں خنجر گھونپ کر اس کا دایاں ہاتھ ایسے طریق پر رکھ دیا جائے کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ وہ خود ہی خنجر مار کر گرا ہے یا چاقو سے۔۔۔“

شیطان بیعت عورت کے منہ سے جو اپنی عقادیزے جہنم کی راہ دکھا رہی تھی۔ یہ الفاظ سن کر سگوند نے اسکی طرف تیز آتش فطروں سے دیکھا۔ اس کے اپنے چہرہ پر کینہ آمیز المیہ پر جو شہ استقلال مشتعل اسید اور ان جذبات کا جو حسیات سیاہ سے قریبی لائق رکھتے ہیں اثر ظاہر ہونے لگا تھا۔

”وہ یہ بڑھ میں بطور انعام پیش کرتی ہوں۔“ میڈم اینجلیک نے طلحائی سکوں کی بھری مٹی ہیلی پیش کرتے ہوئے اس سے کہا۔

مگر اب آن واحد میں سگوند کا انداز بالکل ہی بدل گیا۔ میڈم اینجلیک کے ہاتھ سے ہیلی لیکر ہندوستانی خاموش کے جوش نے غرور و غصہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس نے وہ ہیلی انداز حقارت سے اسی کیفیت میں پھینک دی۔ جہاں میڈم اینجلیک کھڑی تھی۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے۔ اور باریک عنابی چوٹوں کے اندر عاج کے ایسے سپید دانت نمودار ہوئے۔

سخت نفرت اور حقارت کے لہجہ میں اس نے کہا۔ ”جو تم کہہ رہی تھیں۔ میں اسے کرنے کو تیار ہوں۔ مگر روپیہ کے پالچ سے نہیں۔ یہ ناپاک چیز تمہیں کو مبارک ہو۔“

میڈم اینجلیک نے پراسرار عورت کی طرف کبھی مٹی فطروں سے دیکھا۔ اسکی فطرت کا انقلاب میرت خیر تھا۔ سوچتی تھی یہ عورت ہے یا چھلاوہ۔ کہیں وہ عورت کے بھیس میں کوئی شیرنی تو نہیں جو عنقریب جست کر کے مجھے ہلاک کر دے گی۔ یا کالی ناگن ہے۔ جو ابھی مجھ کو اپنے پیچ میں دبا کر کھلے گی۔ کچھ شک نہیں سگوند کی فطروں میں اس وقت کوئی عجب سحری اثر موجود تھا۔

”بس جاؤ۔“ ہندوستانی عورت نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا۔ ”اب میں نہیں پوچھتی۔ تم نے مجھے کس لئے اس فعل پر اکسایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہ تمہارے پردہ میں حملی محرک کون ہے ہر حال میں وعدہ کرتی ہوں کہ جو تم نے کہا ہے۔ کر دیا جائے گا۔ اور مجب نہیں کل ہی تمہیں اطلاع پہنچے۔ کہ اس گھر میں؟“ یہ کہتے ہوئے اس نے انگلی سے ہنگامہ کی طرف اشارہ کیا۔ ”کیونکہ خاک و ارمات ظہور میں آچکی ہے۔“

اتنا کہ کردہ تیز چلتی مکان کی طرف واپس ہوئی۔ اور میڈم ایجنیک بڑہ کو فرش زمین سے اٹھا کر سڑک کی طرف چلی۔

اس روز اس بنگلہ کے مکینوں میں کرسٹینا ایشٹن کو بڑی رات تک نیند نہ آئی۔ موسم گرم اور رات کو غیر معمولی اس تھا۔ کرسٹینا کی طبیعت دن بھر خراب رہی۔ اور اب بھی بنی کی سی حالت معلوم ہوتی تھی۔ بارہ بج گئے۔ مگر اس کی آنکھ نہ لگی۔ اس وقت اس کے خیالات کچی طرح کے معاملوں کی طرف لگے ہوئے تھے۔ کیونکہ ہر شخص جانتا ہے۔ ایسی بے چینی میں طرح طرح کے خیالات دماغ کو پریشان کرنے لگتے ہیں۔ اسے معلوم تھا کہ رولڈن سے رخصت ہو گئی ہے۔ اسکی اطلاع اس نے ایک نیشنل اخبار میں پڑھی تھی۔ وہ اپنی عزیز ہیلی کی طویل علالت کا اصلی سبب بنتی اور اپنی ذات کو وجہ مرض تسلیم کرتی تھی۔ اس خیال سے وہ کبھی بار اپنے آپ کو کوسی بھی تھی۔ مگر جیسا ناظرین کو معلوم ہے۔ وہ بالارادہ اس کی تکلیفوں کا موجب نہ تھی۔ وہ پاک تھی۔ اہم بلا خوف مبالغہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ کوہستان ایلپس کی چوٹیوں کی سپید برف اتنی پاک نہ ہوگی۔ جیسی کرسٹینا تھی۔ پھر بھی حالات کا عجیب اتفاق اسے اپنی عزیز جان شسنہ کے حق میں نہ ہرابت کر رہا تھا۔

بارہ بج گئے۔ مگر کرسٹینا کی آنکھ نہ لگی۔ بنگلہ میں ہر طرف خاموشی تھی۔ وہ ابھی کھنسی ہوئی اور درختوں کا پتہ تک نہ بٹتا تھا۔ مگر یکا یک ایک ہلکی دبی ہوئی آواز ایسی گویا کوئی بڑی اشیاء سے زمین پر چل رہا ہے۔ اس غیر معمولی سکوت میں سنائی دی۔ آواز خفیف تھی۔ مگر کرسٹینا نے اسے سن لیا۔ اور پھر دم روک کر دوبارہ سننے کی کوشش کی۔ وہی آواز پھر آئی۔ اور اب کسی نامعلوم وجہ سے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید سگوندہ خلاف وندہ پھر اخبار ٹائمز کے پرانے پرچے دیکھنے جا رہی ہے۔

دل سے کہنے لگی۔ اس کی حرکت قابل اعتراض ہے۔ اول تو آدھی رات کسی کا بے پاؤں مکان میں پھرنایا میوب ہے۔ پھر اسکی حالت میں یہ امر بھی قابل لحاظ کہ وہ جانتی ہے اگر راجھا ری کو میری اس حرکت کا علم ہو گیا تو ضرور خفا ہو جائیں گی۔ یہ سوچ کر وہ پلنگ پر بچھ پڑ گئی۔ اور آواز کو زیادہ غور سے سننے لگی۔ ہر طرف خاموشی تھی۔ اور بہت دیر تک اسے کچھ سنائی نہ دیا۔ لیکن آخر کار وہی ہلکی۔ بے معلوم آواز پھر ایک بار اس کے کانوں پر پہنچی۔ اور اب وہ اتنی دبی ہوئی۔ اور ایسی خفیف تھی کہ اسے اپنی قوت سامعہ پر شک

ہونے لگا۔ وہ اس معاملہ کی تحقیق کرنا چاہتی تھی مگر یہ خیال مانے تھا کہ اگر میراگان غلط ہوا اور کسی نے مجھ کو اوجھڑا دیا ہے مجھے دیکھ لیا تو بے وجہ ندامت اٹھانی پڑے گی۔ اس کے باوجود اپنی بے چینی سے مجبور ہو کر وہ اہستگی سے اٹھی اور ایسی احتیاط سے دروازہ کھولا کہ اتنی آواز بھی پیدا نہ ہوئی جس کی تحقیق اسے منظر رہتی۔

باہر نکلی تو دیکھا راجکاری کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔ اور اس میں روشنی جھللا رہی ہے۔ پتہ خیال ہوا۔ شائد ان کی طبیعت نا ساز ہے۔ مگر کمرہ سے نہ کسی کے بونے نہ حرکت کرنے کی آواز آتی تھی۔ ننگے پاؤں چلتی وہ برآمدہ سے گذر کر راجکاری کے کمرہ کی طرف گئی۔ مگر اس احتیاط سے کہ دیوار کے ساتھ پکڑوں کی خفیف سربراہٹ سے زیادہ کوئی آواز پیدا نہ ہوئی۔ عین اس وقت سگوندہ اسی کمرہ سے باہر نکلی۔ اس کے ایک ہاتھ میں شمع تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا دوسرے سے اس نے کوئی چیز اپنے لباس میں جو معمولی دن کے پہننے کا تھا چھپائی ہے۔ کرسٹینا اس سے یہ سوال پوچھا ہی چاہتی تھی کہ خدا نخواستہ راجکاری کو کوئی شکاکت تو نہیں کہہ سگوندہ نے بڑے جوش سے اسے چھپانے کا اشارہ کیا۔ اور اب جو کرسٹینا نے اس کو دیکھا تو معلوم ہوا اسکی آنکھوں میں عجیب طرح کی تیز روشنی چمک رہی تھی۔ حسین دوشیزہ کسی نا معلوم خطرہ کے احساس سے وہیں کی وہیں کھڑی رہ گئی۔ اتنے میں سگوندہ نے راجکاری کی خواب گاہ کا دروازہ بڑی احتیاط سے بند کیا۔ اور کرسٹینا کو اپنے کمرہ میں چلنے کا اشارہ کر کے ساتھ ہوئی۔

دہاں جا کر اس نے دروازہ کی بے آواز بند کیا۔ شمع ایک طرف رکھ دی اور کرسٹینا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اسے ایک چوکی پر جو پلنگ کے پاس ہی رکھی ہوئی تھی۔ بٹھا دیا۔ واضح ہو کہ فیاض راجکاری نے کرسٹینا کے لئے جو کمرہ مخصوص کیا۔ وہ اس شاندار بلنگہ کے باقی حصوں کی طرح پوری طرح آراستہ اور ہر قسم کے سامان ضرورت سے مزین تھا۔

خود اس کے پاس دوسری کرسی پر بیٹھ کر سگوندہ نے غیر معمولی ہلکی آواز میں جو اسکی سابقہ بھیانگ صورت سے بالکل مختلف بھی کہا۔ مس ایشٹن شائد آپ کو حیرت ہے کہ میں راجکاری کے کمرہ میں کیوں گئی۔

بے شک پہلے بچے حیرت تھی۔ "کرسٹینا نے جواب دیا۔ "مگر اب اس لئے نہیں کہ عاباً تم اس بارہ میں کوئی تسلی بخش جواب دے سکو گی۔ میں پہلے ڈر گئی تھی کہ راجکاری کہیں غنا

علیل نہ ہوگی ہوں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ایسا نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں تم انہیں چھوڑ کر دبچے بھی ساقط لے کر اس طرف نہ چلی آئیں۔“

مسٹیشن آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں رجکاری کی جانثار خادمہ ہوں...“ سکونہ نے کہنا شروع کیا۔

اور ایسا ہونا باعث حیرت نہیں“ کرسٹینا نے قطع کلام کر کے کہا۔ ”تم تو بچپن سے ان کے پاس ہی ہو۔ میں جسے یہاں آئے صرف چند ہفتے گزرے ہیں۔ ان کے احسانات عظیم کی اس درجہ گرویدہ ہوں کہ ان کے لئے جان تک حاضر کرنے سے دریغ نہیں۔ مگر سکونہ میں پوچھتی ہوں ان کے کمرے سے باہر آتے وقت تمہاری صورت اتنی خوفناک کیوں تھی؟ سچ پوچھ تو میں تمہاری اس وقت کی حالت دیکھ کر ڈر گئی تھی۔“

”آہ اسٹیشن“ نندوستانی خادمہ نے کامل سکون و اطمینان سے جواب دیا۔ ”مجھے ایشیہ ہے اس سوال کا جواب آپ کے لئے جن کے خیالات، جذبات اور ترقی یافتہ کہاتے ہیں۔ باعث حیرت ہوگا۔ اور عجب نہیں آپ عذر سن کر مجھے حقارت سے دیکھنے لگیں۔ دراصل میرے دل میں یہ خیال مضبوطی سے جم چکا ہے کہ رات کی تاریکی میں ارواح بدآوارہ بھرا کرتی ہیں اور وہ نہ صرف لوگوں کو ڈراتی بلکہ بعض حالتوں میں جسمانی ضرر بھی پہنچاتی ہیں۔ کیا آپ نے میرا مطلب سمجھا؟“

یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہم سکونہ کی جتنی گفتگو ایک اور جگہ پر ہیں وہ اس کی زبان سے نکلے ہوئے اصلی الفاظ میں نہیں بلکہ اس کے فقروں کو ہم نے اپنے طور پر صحیح کر کے پیش کیا ہے حقیقت میں وہ بہت ناقص انگریزی بولتی تھی۔ ادیرہ ہی وجہ تھی کہ اس موقع پر اس نے کرسٹینا سے یہ دریافت کرنا ضروری سمجھا کہ آپ نے میرا مطلب سمجھا یا نہیں۔

”میں اچھی طرح سمجھ گئی۔“ کرسٹینا نے جواب دیا۔ ”مگر تمہارے اس بیان سے مجھے غصہ نہیں رحم آتا ہے۔ کہ اب تک تمہارے دل میں اس طرح کے توہمات جاگزیں ہیں۔“

مسٹیشن اس میں ہر کچھ قصور نہیں۔“ خادمہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”بغیر شروع سے تعلیم ہی اس قسم کی دی گئی ہے۔“

”پھر بھی دیکھو۔ رجکاری ان توہمات کی قائل نہیں ہیں۔“ کرسٹینا نے نرمی سے کہا۔

”خیر یہ اپنا اپنا خیال ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ میرے عقائد صحیح ہیں یا ان کے۔“
 ”کچھ بھی ہو۔ یہ وقت اس سوال پر بحث کرنے کا نہیں ہے۔“ کرسٹینا نے کہا۔ ”علامہ وہیں
 ابھی میں یہ جاننے کے لئے منتظر ہوں۔۔۔“

”کہ میں کیوں ان کی خواہگاہ میں گئی تھی؟“ خادمہ نے فقرہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ”مگر کیا
 اس کا جواب میرے پہلے بیان میں شامل نہیں ہے؟“ پھر غور سے کرسٹینا کی طرف دیکھ کر آپ ابھی
 طرح سمجھ سکتی ہیں کہ مجھے چونکہ ان سے گہری محبت ہے۔ اس لئے بار بار دل میں ان کی سلامتی
 کی فکر پیدا ہو جاتی ہے۔ آج رات بھی مجھے غیر معمولی بے چینی تھی۔۔۔“

”مگر سگوندہ تمہاری حالت کہتی ہے کہ تم نے سونے کی کوشش ہی نہیں کی۔“ مس ایشٹن
 نے قطع کلام کر کے کہا۔ ”اور ساتھ ہی اس نے ہندوستانی خادمہ کے لباس کی طرف دیکھا۔

”آپ کا خیال صحیح ہے۔“ ہندوستانی عورت نے جواب دیا۔ ”میں نے اس لئے لباس
 نہیں بدلا تھا۔ کہ نیند کی رغبت مطلق نہ تھی۔ میں اگر چارپائی پر لیٹی بھی تو آنکھ نہ لگتی۔ دل میں
 کئی طرح کے بہیم اندیشے پیدا ہو رہے تھے جنہیں میں آپ سے بیان نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں
 رنجھکاری کے کمرہ میں یہ دیکھنے چلی گئی۔ کہ کیا وہ اطمینان سے سو رہی ہیں؟ کہیں ارواح بد
 تو ان کے پاس موجود نہیں۔۔۔؟“

”سگوندہ۔ سگوندہ۔“ مس ایشٹن نے خادمہ کی طرف شکی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا
 ”میں نہیں جانتی تمہارے بیان کی نسبت کیا رائے قائم کروں۔ مجھے معلوم ہے۔ تم جھوٹ نہیں
 بولتی ہو۔ مگر اس کے ساتھ ہی۔۔۔“

”آپ کو میرے بیان کا یقین نہیں آتا۔“ خادمہ نے دروڑا لہجہ میں کہا۔ ”یہ میری بد
 نصیبی ہے کہ آپ کو مجھ سے اتنی بدگمانی ہو گئی ہے۔ کیونکہ میں حقیقتاً آپ سے دلی محبت
 رکھتی ہوں۔ پس مجھے یہ جان کر سخت صدمہ ہوتا ہے۔ کہ اب آپ کو مجھ پر اتنا بھی اعتماد
 نہیں رہا۔۔۔“

”مکار عورت! اتنا کہہ کر کنگ لگی۔ اور اسکی سیاہ چمیلی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے
 بہنے لگے۔ مصفا علیخ رضا روں پر بہتے ہوئے وہ قطرات اشک در شہوا معلوم ہوتے تھے
 اور بعض پلکوں سے لگ کر روشنی میں تھر تھرتے اور چمکتے ہوئے الماس سے مشابہتے سینہ
 رکھتی ہوئی سبکیوں کی وجہ سے متلاطم تھا۔ اور وہ کرسٹینا کی طرف ایسی دروڑا نظروں سے

دیکھ رہی تھی۔ کہ معصوم حسینہ کے دل پر اس کا بہت گہرا اثر ہوا۔

خادمہ کا ہاتھ اپنے ماتھے میں لے کر اس نے کہا: ”سگوندہ اگر ایک لمحہ کے لئے مجھے تہا سے بیان پر شک ہوا۔ اگر اپنے انگریزی خیالات کی وجہ سے میں نے تمہاری سیرت جاچنے میں سستی کی یا اگر تجھ سے تمہارا صحیح مطلب سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ تو میں اس کے لئے سچے دل سے معافی چاہتی ہوں۔ کیونکہ خدا جانتا ہے میں کسی کا دل دکھانا پسند نہیں کرتی۔“

”آہ! اب آپ کی عنایات مجھے حد سے زیادہ شرمسار کر رہی ہیں۔“ سگوندہ نے کہا۔ اور کرسٹینا کا ہاتھ اپنے ماتھے میں لے کر اس نے پہلے اپنے سینہ پھر لمبوں سے لگایا۔ اس کے بعد کہنے لگی: ”پیارے مسٹیشن! یقین فرمائیے۔ جو کچھ میں نے آپ سے عرض کیا۔ وہ بالکل صحیح ہے۔ بے شک میری طبیعت میں وہم ہے۔ لیکن اگر وہم ایک کمزوری ہے تو میں امید کرتی ہوں آپ اس کمزوری سے درگزر کریں گی۔“

”یہ درخواست بے ضرورت تھی۔ کیونکہ میرے دل سے ہر قسم کے شبہات ہٹ چکے ہیں۔“ کرسٹینا نے کہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی میری بھولی سگوندہ میں چاہتی ہوں تمہارے وہم کی تائیدی کو تہذیب کی روشنی میں بدلنے کی کوشش کروں۔ اول تو ایسی بدرویں جن کا ہمیں وہم ہے دنیا میں موجود ہی نہیں۔ لیکن ہوں بھی تو ان کا ایسی نیک طہینت اور فیاض خاتون کے پاس جیسی ہماری بیگم ہیں۔ کیا کام ہے؟ سچ جانو اگر اس قسم کی روئیں حقیقتاً موجود ہیں۔ تو ان سے بدطہینت لوگوں کو ہی خطرہ ہو سکتا ہے۔ نیک آدمی کو کسی طرح کا اندیشہ نہیں۔ پس آدھی رات کو جب را عالم مخواب ہو۔ اس طرح آوارہ پھرنا جیسے تم پھر رہی تھیں۔ سخت معیوب ہے۔ بالضرر میری بچاء کوئی اور ہوتا۔ جو تمہارے عادات و فطرت کو اچھی طرح نہ سمجھ سکتا۔ تو وہ خیال کرتا تمہارے ضمیر کی بے چینی اس طرح سرگرداں کر رہی ہے۔ دیکھو خدا نے رات سونے کے لئے بنائی ہے اس وقت کسی کو نیند نہ آئے تو بھی اسے چار پائی پر لیٹے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اندھیرے میں صرف مجرم اور گنہگار لوگ ہی آوارہ پھرا کرتے ہیں۔ رات کو کوئی نیک آدمی بھی اٹھ کر پھرنے لگا تو دیکھنے والے یہی سمجھتے ہیں۔ وہ ضرور اپنے دل میں ناسد خیالات لکھتا ہے۔“

”مسٹیشن! آپ کی باتیں مجھے خوف زدہ کر رہی ہیں۔“ خادمہ نے گھبرا کر کہا۔ واقعی کرسٹینا کے الفاظ کا اس کے دل پر گہرا اثر ہوا تھا۔

”خوف زدہ ہونے کی کچھ بات نہیں۔“ کرسٹینا نے جواب دیا۔ ”نہ میرا مقصد تمہیں ڈرانا ہے

میں توفیقاً اس قدر جلتا ناچا ہتی ہوں کہ آدھی رات کو آوارہ پھرنا نیکوں کا کام نہیں۔ پس اگر تو ہمت مجبور کریں۔ تو لازم ہے۔ انہیں دہانے کی کوشش کرو۔ تم نے کتابوں میں نہیں پڑھا۔ کہ رات کو صرف وہی لوگ باہر نکلتے ہیں۔ جو مجرم ہوں یا جن کے ضمیر انہیں چین نہ دیں کیونکہ رات ہی وہ وقت ہے جب قتل کا جہنمی فرشتہ دنیا میں نمودار ہوتا ہے۔۔۔

”میں ایشیئن خدا کے لئے آگے نہ کہے۔ اس ذکر کو جانے دیجئے۔“ سگوند نے جس کے چہرے سے حقیقی خوف ظاہر ہوتا تھا۔ بہت کہا ”میں آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ پھر کبھی رات کو کمرہ سے باہر نہ نکلوں گی۔ آپ کی باتوں نے میرے دل پر سچا اثر کیا ہے۔ میں مانتی ہوں آپ کے خیالات صحیح ہیں۔ اور آئندہ ہر بات میں آپ ہی کی نصیحت پر عمل کروں گی۔ مگر میں استیجا کرتی ہوں۔ کہ ہر بار ہی سے آج کے واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کیجئے۔۔۔“

کرسٹینا تھوڑی دیر چپ رہی۔ پھر سوچ کر کہنے لگی ”سگوند۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ میں تمہیں رہنمائی کے عتاب سے بچانے کی خاطر وہ کرتی ہوں جو نہ کرنا چاہیے تھا۔ اس مرتبہ میں پھر درگزر کرتی ہوں۔ مگر یاد رکھو آئندہ کبھی ایسا ہوا۔ تو ضرور سب ال بے کم و کاست ان سے کہہ دو گی تم نے وعدہ کیا ہے۔ کہ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرو گی۔ اور مجھے تم پر پھر دوسرے پھر بھی یاد رکھو کہ اگر تم نے عہد شکنی کی۔ تو میں ضرور سب ال رہنمائی سے کہہ دوں گی۔ میں ان کی نمک خوار ہوں۔ اس لئے میرا فرض ہے۔ کہ ان سے کوئی بات چھپا کر نہ کہوں۔“

”پیارے میں ایشیئن۔“ خادمہ نے کرسٹینا کا نازک سپید ہاتھ لبوں سے لگاتے ہوئے کہا یقین فرمائیے میں کبھی آپ کو ناراضگی کا موقع نہ دوں گی۔۔۔ شب بخیر۔“

اتنا کہہ کر سگوند دبے پاؤں کمرہ سے باہر نکلی۔ اور زمین کی راہ سے اوپر چلی گئی۔ اپنی نوابگاہ میں جا کر اس نے دروازہ کو بڑی احتیاط سے بند کیا۔ پھر ایک لمبا چکدار فنجون جس کے دستہ پر سیپ کا نادر کام کیا ہوا تھا۔ اور جو مشرقی صنایع کا بہترین نمونہ تھا۔ باس سے باہر نکالا اسے صندوق میں رکھتے وقت اس کی آنکھوں سے ناراضگی کی طرح تیز شعلے نکلنے لگے۔ اور اس نے دبی آواز سے کہا ”میں کتنی بے وقوف ہوں۔ کہ ایک لمحہ کو اس لڑکی کے مفاد سے متاثر ہو گئی۔ واقعی جس وقت اس نے قتل کے جہنمی فرشتہ کے راؤں کو باہر نکلنے کا ذکر کیا۔ تو مجھے اپنے دل میں تاسف کی زبردست لہر پیدا ہوتی محسوس ہوئی تھی۔۔۔“

وہ تھوڑی دیر خیالات میں غرق رہی۔ بظاہر اس کے سینہ میں عظیم جدوجہد ہو رہی تھی

معلوم ہوتا تھا کہ ٹینک کی نیک تلفیق کا ان اونے جذبات سے مقابلہ ہوا ہے۔ جو اس کی فطرت میں داخل تھے۔ یہ جدوجہد کچھ عرصہ جاری ہی رہی۔ مگر آخر کار بادی کو نیکی پر غلبہ ہوا۔ سگوندہ کے خوشنما چہرہ پر استقلال ظاہر ہونے لگا۔ اور اس نے فیصلہ کن آواز سے کہا۔ کچھ بھی ہو۔ یہ کام ضرور کرنا ہوگا۔“

اس سے اگلے دن میڈم اینجلیک صبح سے شام تک سخت بے چین رہی۔ فکر کی گھڑیاں مشکل سے کٹیں۔ ہر لمحہ اس خبر کا انتظار تھا۔ کہ میزوار کے ایک بنگلہ میں شب گذشتہ کو ایک شرفی عورت نے خودکشی کر لی۔ مگر وقت گزرتا گیا۔ اور اس طرح کی کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ ناچار سہ پہر کو سخت اضطراب کی حالت میں خود میزوار کو روانہ ہوئی۔ اور کوئی چیز خریدنے کے بہانہ سے ایک دوکان میں گئی۔ خیال تھا اگر واردات ہوئی ہے تو اسکا حل ضرور بننے میں آئے گا۔ مگر دوکاندار عورت نے سودا فروخت کرتے ہوئے صرف موسم کا ذکر کیا۔ اس کے سوا کسی ہولناک واقعہ کی نسبت ایک لفظ تک نہیں کہا۔ مایوس ہو کر میڈم اینجلیک پھر اپنے مکان پر واپس آگئی۔ اور شام کے اخبار دیکھنے شروع کئے۔ مگر جس خبر کا اسے انتظار تھا۔ وہ ان میں بھی نظر نہ آئی۔ اب اسے مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ بات کسی نہ کسی وجہ سے گھٹی اس رات ڈیوٹ آف مابج مونٹ بھی خوشخبری سننے اس کے پاس آیا۔ مگر جب میڈم اینجلیک نے باس آمیز جواب دیا۔ تو ناچار یہ فیصلہ ہوا۔ کہ اگر کل تک بھی خبر نہ ملی۔ تو پھر فرانسیسی عورت میزوار کے بنگلہ میں جا کر سگوندہ سے ایک ملاقات کرے۔

دورات میڈم اینجلیک نے حوت قلق و اضطراب میں بسر کی۔ اب اسے یقین کامل ہو چکا تھا۔ کہ اندراؤٹوک آف مابج مونٹ کی طرح میری بھی جانی دشمن ہے۔ اور میری سلامتی اسی میں ہے کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ صبح اٹھی۔ تو بنجار کے مریض کی سہی حالت تھی۔ صبح گزر گئی۔ پھر دوپہر بھی۔ مگر میزوار کی واردات کی خبر نہ موصول ہوئی تھی نہ ہوئی۔ مجبوراً سہ پہر کو پھر میزوار گئی۔ اور یہ سوچا کہ ایک اور دوکان میں داخل ہوئی۔ کہ شاید کوئی خبر سنیں آئے۔ مگر ہر شخص محض رسمی گفتگو کر رہا تھا کسی کے چہرہ پر اضطراب نہ تھا جس سے ثابت ہو گیا۔ کہ واردات نہیں ہوئی۔

دکان سے چلکے وہ راجہ مارچی اندراؤٹوک کے بنگلہ کی طرف گئی۔ اور اس وقت تک درختوں کے سایہ میں چھپی رہی جتنے کہ واردتہ مارک کسی کام کے لئے باہر نکلا۔ اور ایک طرف کو چلا گیا

اس کے نظروں سے غائب ہونے پر وہ بار کے پاس پہنچی۔ اور اس کے چنٹ منٹ بعد سگوند بھیجی میں آگئی۔

”مجھے کل ہی تمہارا انتظار تھا۔“ اس نے آتے ہی کہا۔ ”کیونکہ میں سمجھتی تھی تم ضرور یہ جاننے کے لئے آؤ گی۔ کہ کام ہو یا نہیں۔ اور اگر نہیں ہوا تو کیوں؟“

”سگوند پیاری،“ میڈم ایجنیک نے جو باطن میں امید ویم کی کشمکش سے تھر تھرا رہی تھی نرم لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ ”مجھے تمہارے انتقال پر اتنا بھروسہ اور تمہاری محبت پر ایسا اطمینان تھا کہ میں یقین کرتی تھی۔۔۔“

”بس ملتے رہنے دو۔“ خادمہ نے بے صبری سے کہا۔ ”تم تھلوی چکنی چٹری باتیں منے کے لئے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میں تو فقط یہ کہنے آئی ہوں۔ کہ اس گھر میں ایک انگریز لڑکی رہتی ہے۔۔۔“

”میں جانتی ہوں۔“ میڈم ایجنیک نے کہا۔ ”غالباً اس کا نام کرٹیا ایشٹن ہے۔“

”خیر جب تک وہ لڑکی اس گھر میں رہتی ہے۔“ سگوند نے جلدی سے کہا۔ ”میرا ہاتھ کام نہیں کر سکتا۔ اس لڑکی نے غلطی پانا میرے اختیار سے باہر ہے۔ تمہیں کو اس سے نجات حاصل کرنے کی صورت پیدا کرنی ہوگی۔“

”مگر کیسے؟“ میڈم ایجنیک نے اس نئی شرط سے مضطرب ہو کر پوچھا۔ ”تم جانتی ہو۔ یہ کام ایک دن کا نہیں۔ اس کے لئے کئی دن یا شاید ہفتے درکار ہوں۔ تب کوئی کارروائی عمل میں لانی جائے گی۔۔۔“

”تو اگر تم اتنی ہی بات نہیں کر سکتی ہو۔“ سگوند نے سرد دہری سے کہا۔ ”پھر مجھ سے ایسے خطرناک کام کی امید رکھنا فضول ہے۔ دیکھو اگر تم کسی طرح اس لڑکی کو یہاں سے نکلوا دو۔ تو میں وہ کام کرنے کو حاضر ہوں۔ نہیں تو جب تک وہ اس گھر میں رہتی ہے۔ میں دوبارہ ہرگز کوشش نہ کروں گی۔“

”اتنا کہ سگوند وہاں جانے کے لئے مڑی۔ میڈم ایجنیک نے اسے ایک دو آواز میں دیں۔ مگر نہ تو وہ ٹھہری۔ نہ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس نے فرانسیسی عورت کے لفاظ کو سنا ہی نہیں۔ دیکھتے دیکھتے اس کی خوشنما و راز قامت بالکل پیپا پوشاک میں ملبوس و زخمتوں کے پیچھے میڈم ایجنیک کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔“

باب ۶۰

کرچن کا نیا آقا

اودھرتویہ واقعات ہو رہے تھے مگر دوسری جانب اسی سہ پہر کو ۳۔۴ بجے کے درمیان کرچن ایشن تیز چلتا بازار پکا ڈلی سے گذر رہا تھا۔ چند منٹ کے عرصہ میں وہ ایک فیشن ایل مین میں داخل ہوا۔ اور ویسٹ سے پوچھا کیا آریبل مسٹر ٹا بٹ سائیکا مورہ میں ہیں؟ نوکرنے اثبات میں جواب دیا۔ اور کرچن کو زمین کی راہ سے اس کمرہ میں لے گیا۔ جہاں صاحب ممدوح داخل رہا۔ انڈاز سے صوفے پر بیٹھ ہوئے سگار پی رہے تھے۔

ان کی موجودہ حالت عشرت آمیز تغافل۔ امیرانہ تن آسانی اور صحیح زمانہ لا پر دلی کا دلچسپ مجموعہ تھی۔ سر ایک طرف گدے پر رکھا ہوا اور پاؤں دوسری جانب کے سہارے پر ٹکے ہوئے تھے۔ ایک مرا کو سلیر فریش پر گر چکا اور دوسرا صرف انگلیوں میں اٹکا ہوا ٹکے میں کا مدالی کی ڈرسنگ گون۔ بہت ڈھیلی اور کھلی اور منہ میں موٹا سا خوشبودار سگار جس کے کش نکاتے ہوئے مسٹر ٹا بٹ سائیکا مورہ عالم و عالیان کے جملہ فکر و الام سے بالاتر نظر آتے تھے۔

ہائے نئے دوست کی عمر ۳۰ سال سے کچھ اوپر۔ بال بھورے لیے اور بظاہر قدرتی خم کھائے ہوئے کچھ بڑے بڑے۔ جن کی رنگت سرخ تھی۔ نکھین پی اور شعل صورت خاصی اچھی تھی۔ یہ شخص قد کا لمبا۔ بدن کا پتھر برا اور لمبے پادوں کا ٹھٹھا تھا۔ مگر ساتھ ہی اکی وضع رنسانہ چہرہ پیش پستی کے آثار لے رہے اور انداز تھا اور بظاہر دلی کے تھے۔ یہ باتیں اس فیشنل کسل کی تہ میں بھی جو اس نے اختیار کر رکھا تھا۔ پوری طرح ظاہر ہو رہی تھیں۔ نوکر کرچن کو اس کمرہ میں پہنچا کر چلا گیا۔ تو وہاں یہ دونوں رہ گئے۔

مسٹر سائیکا مورہ نے منہ سے سگار نکال کر امیرانہ لا پر دالی سے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ اور سگار کا دھواں جو ایک لمبے کش کے بعد منہ میں بھر چکا تھا آہستہ آہستہ نیم باؤ ہونٹوں کے اندر سے نکالنا شروع کیا۔ کرچن حسب ارشاد کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا آج صبح جناب کی طرف سے جو خط موصول ہوا تھا۔ اس کی تعمیل میں حاضر ہوا ہوں۔

”آہ ایاد آیا۔“ مسٹر سائیکا مورہ نے الفاظ چبا کر بولنے کے اس لہجہ خاص میں۔ جسے

اور کا ایک طبقہ اس خیال سے استعمال کیا کرتا ہے۔ کہ ان کے زعم میں اس سے درجہ اوسط کے آدھے پیمان کی فوقیت ظاہر ہوتی ہے۔ کہا۔ تم وہ فوجی ہو جس نے معتد خاص کی آسانی کے لئے درجہ آدھے بھی سادہ اس میں کئی طرح کی قابلیتوں کا ذکر کیا تھا؟

اور آپ غالباً وہ صاحب ہیں جنہوں نے جواب میں تحریر کیا تھا۔ کہ مجھے ایسے ہی نائب کی ضرورت ہے کہ سچن نے جواب دیا۔

مسٹر سائیکا مور نے آہستہ آہستہ سرگھما کر سچن کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اور بہت دیر تک اسے اس طرح گھور کر دیکھتا رہا۔ گویا سمجھتا تھا ان الفاظ کی تہ میں طنز و طعنت کی جھلک شامل ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ لہجہ سچن نے قصداً استعمال کیا تھا۔ کیونکہ ہر چند وہ فطرتاً متکبر و مغرور نہ تھا۔ تاہم فوجیوں کے عامیانہ لفظ سے اسے سخت ہی رنج ہوا پھر مسٹر سائیکا مور نے اس کی قابلیت کا ذکر جس حقارت آمیز پیرایہ میں کیا وہ بھی کچھ کم رنج نہ رہا۔ بہر حال اس نے اس کی نگاہ تیز کا بڑے استقلال سے مقابلہ کیا۔ گو اس کے انداز سے کوئی بے جا گستاخی نہیں۔ بلکہ اس طرح کا وقار ظاہر ہوتا تھا۔ جو سوئے ادب سے بالکل جدا چیز ہے۔

خیر مجھے ایک پرائیویٹ کمرٹھی کی ضرورت ہے۔ آخر کار انریبل مسٹر نابٹ سائیکا نے کہا۔ چونکہ میرے مناب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔۔۔ گو ان میں ہر شخص اپنے طبقہ کا انتخاب ہے۔ اور میرے دوستوں میں ڈیوک مارکوئس۔ ارل اور اسی درجہ کے اور امیر و رئیس لوگ شامل ہیں۔ اس لئے اتنے وسیع لیکن منتخب حلقہ سے خط و کتابت کا سلسلہ ہمیشہ ہی جاری رہتا ہے۔ اور کام رفتہ رفتہ اتنا بڑھا ہے کہ اب میں اکیلا اس کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ اس لئے ایک معتد کی خدمات درکار ہیں۔

اس لمبی چوڑی تقریر سے سچن نے اونہیں تو اتنا ضرور معلوم کر لیا۔ کہ کام جو میرے سپرد کیا جائے گا۔ وہ بہت مشکل نہیں ہے۔ اور چونکہ اسے کسی نہ کسی طرح کی ملازمت دیکھا گئی۔ اس لئے موجودہ صورت میں وہ مسٹر سائیکا مور کی خود ستانی اور اس کے بعض اور خصائص کے باوجود جو مقصود ہی سے دیر میں ہی ظاہر ہو چکے تھے نئی آسانی کے فرائض اپنے ذمہ لینے کو تیار ہو گیا۔

اسے انا وہ دیکھ کر مسٹر سائیکا مور نے پوچھا۔ غالباً تمہیں سحر کرنے میں تو اعتراض

نہ ہو گا؟ میرا مطلب سیاحت عالم سے نہیں ہے۔ محض اس قسم کا سفر جیسے کبھی برائمن کبھی چلشنم یا کبھی ریاسگیٹ یا ڈوڈر تک جانا میں چونکہ غیر شدہ ہوں۔ اس لئے وقت گزارنے کو کوئی نہ کوئی مشغلوں پر گزار رہتا ہے۔۔۔

کر سچن نے جواب دیا۔ کہ اس قسم کے مختصر سفر پر مجھے کسی طرح کا اعتراض نہیں ہے۔
 "اتنا اس سے کہیں یہ فائدہ ہو گا۔" مسٹر سائیکا مور نے کہا۔ کہ دنیا دیکھ لو گے۔ علاوہ
 بریں کام سہل اور مختصر ہو گا۔ کم از کم اس کام میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ میرے ہاں تم اونٹنے
 طبقہ کے لوگوں کو کبھی نہ دیکھو گے۔ آج تک کبھی میں اس شخص سے گفتگو کار وادار نہیں ہوا۔ جو
 اپنی گاڑی نہ رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ میرے دوستوں میں کوئی بچت کے خیال سے گاڑی فروخت
 کر دے۔ تو میں اس کا نام یک قلم اجاب کی فہرست سے کاٹ دیتا ہوں۔ اس سے تم جان
 سکتے ہو۔ میں کس طرز کا آدمی ہوں۔"

کر سچن اس بات کو پہلے ہی جان گیا تھا۔ اور اسے نئے آقا کی گاڑی سے کچھ خوشی
 نہیں ہوئی۔ مگر اس نے دور اندیشی اور موقعہ شناسی سے اپنے خیالات کو ظاہر نہ ہونے دیا علاوہ
 مسٹر سائیکا مور کی عادات کی اصلاح اس کا کام نہ تھا۔ اس لئے محض ان سطحی وجوہ سے ایک
 فائدہ بخش ملازمت ترک کرنا مناسب معلوم ہوا۔

مسٹر سائیکا مور نے قریباً پانچ گھنٹہ اسی انداز سے گفتگو جاری رکھی۔ پھر اس کے بعد
 کر سچن سے سابقہ ملازمت کی سداوت طلب کہیں۔ اس نے ڈیوک آف پرنسٹنٹ اور گرینڈ
 ڈیوک آف سائبرگ کے دیے ہوئے سرٹیفکیٹ پیش کئے۔ جن سے مسٹر سائیکا مور کا اطمینان ہو
 گیا۔ اور اس نے اندازِ تفخر سے کہا۔ "شکر ہے اس سے پہلے تم کسی اونٹ آدمی کے پاس نوکر
 نہیں رہے۔ اور غالباً اپنے فرائض کو بوجہ حسن پورا کر سکو گے۔"

پھر گھنگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اس نے کہا۔ "میں کل صبح باہر جا رہا ہوں۔ اس لئے
 تمہیں بھی ساتھ ہی چلنا ہو گا۔ بہتر ہو صبح کا کھانا کھا کر ذرا جلدی ہی چلے آؤ۔"

"بہتر ہے میں صبح نو بجے حاضر خدمت ہو جاؤں گا۔" کر سچن نے جواب دیا۔ "ہاں اگر آپ حکم
 دیں تو اس سے پہلے بھی آسکتا ہوں۔"

"مسٹر سائیکا مور کے منہ سے بے اختیار ایک درزاک کراہٹ نکلی۔ "اودہ کر سچن کی طرف
 نظر حیرت سے دیکھنے لگا۔ وہ حیران تھا کہ میرے منہ سے کونسا کلمہ ایسا نکل گیا جس سے انہیں

اتنا بیچ ہوا۔ بہت غور کرنے پر بھی اسے اپنا کوئی بے جا لفظ یاد نہ آیا۔

”نوبیجے! آفر کار مسٹر سائیکا مور نے مری ہوئی آواز سے کہا جس سے معلوم ہوتا تھا۔ اس کے اعصاب کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔“ بزدہ خدا صبح سے میرا مطلب ۵ بجے نہیں۔ بلکہ دوپہر سے کوئی آدھ گھنٹہ بعد تھا۔ اس موقع پر میں تمہیں بدلت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ میرے ماں بہتے ہوئے ہیں ایسے اونے احوالات یک قلم ترک کرنے ہونگے۔ حیرت ہے تم اب تک انتہا نہیں جانتے۔ کہ طبقہ اعلیٰ میں صبح کس کو کہتے ہیں۔ اس میں شک نہیں بوٹ صاف کرنے یا کھڑکیاں جھانسنے والوں اور دوکانداروں کی صبح نوبیجے کے قریب شروع ہو جاتی ہے۔ مگر امرا و مشرفا کی صبح کا۔“ مسٹر سائیکا مور نے ہلکی ملامت کے لہجہ میں کہا۔ ہمیشہ دوپہر کے بعد آغاز ہوتا ہے۔ ان کے ناستہ کا وقت ایک یا سو اچکے سمجھنا چاہیے۔ اس لئے اگر تم ڈھائی بجے کے قریب آ جاؤ تو میں سمجھوں گا سویرے آ گئے۔ چونکہ تمہارے آنے ہمیں رہسگیٹ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس لئے اسباب و سباب ساتھ ہی لیتے آنا۔ سب سے سال گذشتہ کے بعد جب میں اول مرتبہ وہاں گیا تھا۔ یہ جگہ فیشنبل لوگوں کا مرکز بن چکی ہے۔“

کرچن ٹھیک ڈھالی بجے حاضر ہونے کا وعدہ کر کے مسٹر سائیکا مور کے کمرہ سے نکل کر جس وقت زینہ سے اتر کر ہوٹل کی ڈیوڑھی سے گذر رہا تھا۔ تو ایک خوش پوش فریبہ اندازم نوکر جس کی عمر تقریباً پچیس سال اور ٹائٹس طبقہ رؤسا کے خادموں کی طرح خمیسہ تھیں۔ ایک اور شخص کے ساتھ جو بظاہر کسی اصطبل کا چوکیدار تھا۔ کسی معاملہ پر بحث کرنا نظر آیا۔

”شو جیمز۔“ اصطبل والا دوسرے سے کہہ لگھا۔ اب صرف باتیں بنانے سے کام نہ چلیگا۔ میرے آقا نے کہہ دیا ہے کہ آئندہ اس وقت تک گاڑی نہ دوں گا۔ جب تک پچھلے حساب کا چکوتہ نہ ہو جائے گا۔ تم ایسی باتوں کو اچھی طرح سمجھتے اور بخوبی اندازہ کر سکتے ہو جس صورت میں تمہارے آقا کے ذمہ ۵۰ پونڈ صرف گاڑی کے کرایہ کے ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے اس میں سے ایک کورٹی تک ادا نہیں کی۔ تو ہم کیا کر سکتے ہیں؟ جانور دپیس کے بغیر دنیا کا کوئی کام نہیں چلتا۔“

”نام کیا ہوئی ہوگی باتیں کر رہے ہو۔“ فیشنبل خادم نے جس کا ابتدائی نام فضاہر جیمز تھا۔ جواب دیا۔ ”سرکار کے پاس دپیہ کی کمی نہیں۔ ماں ان کی عادت میں ذرا سی لاپرواہی ضرور پائی جاتی ہے۔۔۔“

کرچن نے چلتے چلتے اتنا ہی سنا۔ کیونکہ کسی کی باتیں سننے کے لئے قصداً ٹھہرنا اسے ناپسند تھا۔ جب کچھ اس نے سادہ بھی ڈیوڑھی سے گزرتے ہوئے اتفاقاً اس کے کانوں میں پہنچ گیا۔ اس نے اس معاملہ پر فاس توجہ بھی نہ دی۔ اور باہر جا کر یہ واقعہ اس کے ذہن سے بالکل ہی اتر گیا۔ یہ حیثیت عجوبی اسے نئی ملازمت ملنے سے خوشی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے اس کی اطلاع بہن کو دینے کے لئے وہ میزوار ٹرکی طرف چلا۔ کرسٹینا گھر پر ہی تھی۔ اور جب رہکار سی اندر کو معلوم ہوا کہ اس کا بھائی گل لندن سے باہر چلا جا بیگا۔ تو اس نے اسے وہ شام کرسٹینا کے پاس ہی بسر کرنے کی اجازت دیدی۔

اگلے دن بھٹیک دھانی بکے کرچن بازار پکا ٹلی کے اسی ہوٹل کے دروازہ پر کرایہ کی کارٹھی سے اُترا۔ اور اپنا اسباب ڈیوڑھی میں ایک طرف رکھ کر ہوٹل کے نوکر سے دریافت کیا ”مسٹر سائیکا مورہیں ہیں؟“ اس پر وہی خوش پوش خادم جس کی ٹانگیں مڑی ہوئی تھیں آگے بڑھ کر کہنے لگا۔ ”کیا آپ ہی مسٹر ایشن ہیں؟“

”ہاں میں میرا ہی نام ہے“ کرچن نے جواب دیا۔ اور اب بیک ایک اس کے دل میں ایک ناگوار شبہ ہو گیا۔

”سرکار قرباً! ادھ گھنٹہ میں تیار ہو جائیں گے۔“ جیمر نے جواب دیا۔ صبح ذرا دیر سے جگے تھے۔ آپ اتنے تہہ نوشی کے کمرہ میں بیٹھیں۔ وہ باہر تشریف لاتے ہیں۔ تو اطلاع کر دوں گا“ کرچن کمرہ مذکور میں چلا گیا۔ اور چونکہ وہاں اس وقت کوئی اور نہیں تھا۔ اس لئے اس نے ہوٹل کے کسی نوکر سے ذرا دیر گفتگو کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ حقیقت جو ابھی ابھی اس کے معلوم ہوئی کہ جیمر اسکے نئے آقا مسٹر سائیکا مور کا خادم ہے۔ اور جس عجیب گفتگو کے چند فقرے اتفاقاً کل اسکے کان میں پہنچے تھے۔ وہ مسٹر سائیکا مور ہی کے متعلق تھی۔ بہت ناگوار محسوس ہوتی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ”اگر واقعی مسٹر سائیکا مور کا چلن مشتبہ ہے۔ تو مجھے فوراً ہی اسکی ملازمت سے سبکدوش ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسے آدمی کے ساتھ ملکہ سفر کرنا کسی طرح باعث عزت نہیں ہو سکتا۔ جو لوگوں سے قرض لے کر دوا خراجات عظیم کا زیر بار ہو کر ادائیگی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا ہو۔ اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی کہ نوکر سے پہلے کچھ ناشتہ لانے کو کہا جائے۔ اور پھر باتوں باتوں میں مسٹر سائیکا مور کا حال معلوم کرنے کی کوشش کی جائے۔“

آواز سن کر ایک نوکر فوراً حاضر ہوا۔ اور کرچن نے مناسب طریق پر گفتگو شروع

کی چند ابتدائی کلمات کے بعد نوک نے کہا: "آہ میں سمجھا آپ وہی صاحب ہیں جنہیں مسٹر سائیکا نے اپنا عمدہ خاص معترفہ کیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پاس والی میز کو جھاڑنا شروع کیا۔

مسٹر سائیکا مورفا بیا مرنہ احوال اور معزز آدمی ہیں۔ "کرکچن نے استعنا میں لہجہ میں کہا نوک کو بڑی دلچسپی دیکھ رہا ہے۔ چکر بکھنے لگا۔ انہوں نے آج صبح بل کی سادھی رقم ادا کر دی ہے۔ اس لئے اب کوئی وجہ شکایت باقی نہیں رہی۔ کیونکہ اصل بات یہ ہے جو لوگ اپنا بل وقت پر ادا کر دیں۔ ہمارے نزدیک تو وہ سب معزز اور شریف ہی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ پہلے ایک اخبار کا پرچہ اٹھا کر دوسری میز کی طرف لے گیا۔ پھر وہاں سے لاکر اس کی اسی جگہ پر رکھ دیا کرکچن نے ان حرکات سے معلوم کیا کہ وہ ٹھٹھو جاری رکھنے کو آمادہ تو ہے۔ مگر فوراً ہی سب حال کہنا نہیں چاہتا۔

"اچھا میرے ذمہ کیا ہوا؟" آفرکار اس نے بوڑھ نکالتے ہوئے پوچھا۔
نوک نے حساب کرنا شروع کیا۔ ٹینڈر چرچ ڈیڑھ شنگ۔ تیری ایک شنگ تین پنس
سب ملکر دو شنگ تین پنس ہوئے۔"

کرکچن نے پانچ شنگ کا کہ اس کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔ اور اس نے ایک طرف جمع کر جس کی جیب میں قدر تک ہاتھ ڈالنے سے چھوٹے سے تلاش کرنے شروع کئے۔ مگر وہ یا تو موجود ہی نہ تھے۔ یا وہ انہیں قصداً نکالنا نہ چاہتا تھا۔ بہر حال اس کا ہاتھ بہت دیر تک جیب سے باہر نہیں نکلا۔ کرکچن کا منشا یہی تھا کہ بقایا اسی کے پاس رہے۔ کیونکہ ہونٹوں کے نوکروں کو اسی طرح راز کی باتیں ظاہر کرنے پر آمادہ کیا جاسکتا ہے۔

پس وہ کہنے لگا۔ "رہنے دو۔ اسی ہی کوئی بڑی رقم ہے۔"
"پرورش" نوک نے جھجک کر سامنے کہتے ہوئے کہا پھر ایک صاف میز کو دو مال سے اور زیادہ رگڑتے اور سیاہ مچ کی بوتل ایک سرے سے دوسرے پہنکتے ہوئے اس نے کہا کہ صاحب آپ سے کیا پروہ ہے۔ مسٹر سائیکا مور آدمی تو خلیق ہیں۔ مگر دکھاوے اور نمائش کی عادت بہت ہے۔"

"میں نے سنا ہے۔ ان کے ملنے والے بے شمار ہیں۔" کرکچن نے کہا۔
"جی ہاں کچھ شک نہیں۔ نوک نے جواب دیا۔ پھر کچھ رک کر کہنے لگا۔ "مگر آج سے بہت کم ملے ہیں۔"

”آخر کیوں؟ میں تمہارا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھا۔“ کرچن نے انداز صبر سے کہا۔
 ”میں نے صمیم عرض کیلئے ہے۔“ نوکر نے جواب دیا۔ ”ہر روز بے شمار درزی۔ بوٹ ساز۔
 جوہری۔ صہیل لے ان سے ملنے آتے ہیں۔ مگر“ اس نے پر معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا ”مٹر
 سائیکامورچو نیکہ بلند طبقہ کے آدمی ہیں۔ اس لئے ایسے اونے لوگوں سے ملنا پسند نہیں کرتے۔ یہ
 کہہ کر وہ پھر کرچن کی طرف ایک خاص انداز سے دیکھنے لگا۔

”تو کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ مٹر سائیکامور لین دین کے قصاص نہیں؟ کرچن نے پوچھا
 ایسا ہو تو صاف صاف کہہ دو۔ میں یہ سوالات محض رفع استعجاب کے لئے نہیں پوچھتا۔ اور یقین دلانا
 ہوں۔ جو کچھ تم مجھ سے بیان کرو گے۔ وہ کسی نظر نہ کیا جائے گا۔“

”دیکھئے صاحب مجھے مٹر سائیکامور کا جو حال معلوم ہے۔ دو سب سے آپ کے عرض کر دیتا
 ہوں۔“ نوکر نے کہا۔ ”انہیں اس ہوٹل میں بہتے تین مہینے ہوئے مگر آج سے پہلے انہوں نے ایک
 گورنمنٹی تنگ ادانہ کی منتی۔ وہ ہر روز قریباً دوپہر کو سو کر اٹھتے اور رات کے تین چار بجے پھر بھرا
 کر واپس آتے ہیں۔ ایک گارنٹی کرایہ پر نہ رکھی ہے۔ مگر اس کا کرایہ بھی آج ہی صبح ادا ہوا ہے
 بہر حال آج انہوں نے اپنے سب بل بے باق کر دیے ہیں۔ اس سے زیادہ افسوس مجھے ان کا
 کچھ حال معلوم نہیں۔“

”غالباً ان کا ایک نوکر بھی تو ہیں؟“ کہتا ہے؟ کرچن نے پوچھا
 ”جی ہاں۔ وہی جس سے آپ باتیں کر رہے تھے۔“ پھر احتیاطاً دروازہ دھڑکھڑکی کی طرف
 دیکھ کر اس نے کہا۔ ”جناب وہ نوکر بھی اتنا پا جی ہے۔ کہ بس کچھ پوچھے نہیں۔“
 ”میں پھر تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔ ذرا مفصل بیان کرو۔“ کرچن نے کہا۔

”جناب میرا مطلب اتنا ہی ہے کہ وہ بڑا عیار اور نہایت چاباز شخص ہے۔ اس سے
 زیادہ ہوشیار آدمی میں نے اپنی عمر میں کبھی نہیں دیکھا۔ صبح سیکے پہلے بیدار ہوتا ہے اور جب بیکھر
 تیار کھڑا ہے۔۔۔“

اس وقت دو شخصوں کی آمد سے کرچن اور ہوٹل کے نوکر کی گفتگو یکایک رک گئی۔ پھر
 بھی جو حالات معلوم ہوئے تھے ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے کرچن کے دل میں نئے آقا مٹر سائیکامور
 کی نسبت کچھ اچھے خیالات پیدا نہیں ہوئے۔ مجموعی طور پر وہ ابھی سے اسکو ناپسند کرنے لگا تھا
 رہا خادم جینر۔ اس کا حال ہوٹل کے نوکر نے کچھ ایسے پر توجہ لفظوں میں بیان کیا تھا۔ کہ وہ اسکے

بارہیں کوئی صیغہ رائے قائم نہ کر سکا۔

پھر بھی ایک نیا نیت شخص کی حیثیت میں اس نے اپنے شہادت دہانے کی کوشش کرتے ہوئے دل سے کہا: بہر حال اب تک مجھے کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوئی جس سے صحیح معنوں میں مسٹر سائیکامور کے چلن پر حرف آتا ہو۔ اس کی طرف سے روپیہ کی ادائیگی میں بے شک دیر ہوئی ہے۔ مگر اس نے ہر شخص کے مطالبات پورا کر دیے ہیں۔ کیا عجب اسکی عادت ہی یہ ہو سکتی ہے کہ پورا کر دیا کرنے میں تاہل کیا جائے۔ اور ہمیں سب رقمیں بھیجا دیا کر دی جائیں۔ یہ بھی ممکن ہے وہ ایسے لوگوں کو اپنے طبقہ کے آدمی سمجھ کر اس طرح ان کے متعلق حقارت ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ خیر سہر دست مجھے یہ ملازمت منظور کر لینا چاہیے۔ پھر اگر یہ میری منشا کے موافق ثابت نہ ہوئی تو مجھے ہر وقت اس سے سبکدوش ہونے کا اختیار حاصل ہے۔

وہ اس نتیجہ پر پہنچا ہی تھا کہ جیمز نے داخل ہو کر اطلاع دی: ”سرکار چلے گئے تیار ہیں“ اسی وقت دو گاڑیاں طلب کی گئیں۔ کیونکہ مسٹر سائیکامور عیش شے شادمان ساتھ لے کر سفر کیا کرتے تھے۔ وہ خود ایک میں سوار ہو گئے۔ اور جیمز اسی کے آگے کوچیان کے پاس بیٹھ گیا۔ دوسری میں جواسہا بے بگری ہوئی تھی۔ کرسچن سوار ہوا اور اس طرح یہ لوگ لندن بیچ ویلےیشن کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر آریمل ٹالبت سائیکامور نے درجہ اول کا ٹکٹ اپنے لئے درجہ اول کا کچن کیلئے اور سوم کلاس کے لئے خرید لیا۔ ٹرین تیار کھڑی تھی۔ ٹینوں اپنے اپنے درجہ میں سوار ہو گئے۔

جس ڈبہ میں کرسچن ایشن بیٹھا۔ اس میں فقط دوسرا فرد تھے۔ ایک کوئی عمر رسیدہ مرد جس کی صورت اور اس فوجے جو اس کے منہ سے خارج ہو کر ڈبہ کو تھراپ کے تہ خانہ کی حیثیت دے رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے حد سے زیادہ پی رکھی ہے۔ اس وقت اسی کے نشہ میں وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر ایک کونے میں پیچھے کی طرف جھکا ہوا سو رہا تھا۔ اور دوسری ایک عیش پوش عورت جس کا چہرہ نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔ کرسچن اس عورت کے سامنے والی نشست پر بیٹھ گیا۔ مگر اس نے معلوم کیا کہ وہ اسے دیکھ کر پہلے چونکی۔ پھر اس کے منہ سے کلمہ حیرت بھی نکلا۔ مگر نقاب کی وجہ سے وہ اسکی صورت نہ دیکھ سکا۔ تو اس قدر پھر بھی اس نے معلوم کر لیا کہ ایسی صورت کہیں نہ کہیں میری دیکھی ہوئی ہے۔ بہر حال اس نے اس کی طرف گھور کر دیکھنا پسند نہ کیا۔ خصوصاً اس لئے کہ وہ اس بات کو معلوم کر کے کہ اس نوجوان نے بھی میری طرف اتنے ہی غور سے دیکھا ہے جس طرح میں نے اسکی طرف دیکھا تھا۔ اب مترم یا اضطراب کی وجہ

سے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اتنے میں ٹرین چل دی اور مجبوراً فرنے اپنے پر زور خواتوں سے دوسروں کو اس کھائی میں کال دلا دیا۔ کہ میرا عدم وجود برابر ہے۔ اس پر عورت نے ذرا آگے جھک کر اس سے کہا: ”کیسے مسٹر اسٹیشن مزاج کیا ہے؟“

یہ کہتے ہوئے اس نے نقاب اٹھائی تو کرچن نے پہچانا کہ یہ وہی ایچی سٹن ہے جس کی نسبت ناظرین کو یاد ہو گا کہ بیگم پاپج مونٹ کی خادموں میں شامل تھی۔ ان کے حافظہ کی مدد کے لئے یہ بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ کہ ڈیوک نے اس سائمن کے سلسلہ میں جو اس نے اپنی عصمت بابت بیگم کے خلاف سوچی تھی۔ جس عورت سے مدد لینے کی کوشش کی وہی تھی۔ اب اس کی عمر پچیس سال کے قریب تھی۔ اس کی راز قاسمی اور خوبصورتی کا حال ہم اس سے پیشتر لکھ چکے ہیں رسالہ ہی اس کا بھی ذکر ہو چکا ہے۔ کہ اس کی صورت سے ایسے زبردست استقلال اور قوت فیصد کا اظہار ہوتا تھا۔ جو گاہ بگاہ وحشیانہ تنہی کی صورت اختیار کر لیتے تھے سبے مشابہ یہ عورت، خود غرض جرمیں اور زبردست تھی۔ مگر جن دنوں کرچن ڈیوک آف پاپج مونٹ کے ماں اس سے ملا تھا۔ اس وقت تک اس کا چلن بے داغ تھا۔ اصول راست کی خاطر نہیں بلکہ غرور و تکبر کی وجہ سے وہ حصول زر کے لئے رکسی سے ناجائز تعلق رکھنا پسند نہ کرتی تھی۔ وہی ایچی سٹن تھی۔ جو اس وقت اتفاقاً ذیل گاڑی میں کرچن سے ملی۔

مزاج پرسی کے بعد کرچن نے دریافت کیا۔ کیا اب تک ڈیوک آف پاپج مونٹ ہی کی ملازمت اٹھا رکھی ہے؟

بولی: نہیں۔ مگر یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھیں تلملانی گئیں۔

بغور دیکھنے سے کرچن نے یہ بھی معلوم کیا۔ کہ سابق کی نسبت اس کی صورت اب

بالکل ہی بدلی ہوئی ہے۔ رنگت زرد و چہرہ اتر ا ہوا۔ بدن لاغر اور صورت سے فکر و تیش ظاہر تھی۔ یہ دیکھ کر پہلے سوال نے ہی فطاً ہر اس کو آزر دہ کر دیا ہے۔ کہ کرچن نے مزید سوالات پوچھنا نامناسب سمجھا۔ اس لئے تھوڑی دیر خاموشی رہی جس میں کرچن مضطرب رہا وہ غلین نظر آتی تھی۔ آخر ہی نے آنکھیں اٹھائیں۔ اور مجبوراً فر کی طرف دیکھ کر جب اب تک کونے میں پڑا اٹھلے لے رہا تھا۔ گہری آواز سے کہنے لگی: ”پس یہ جتنے تو ڈیوک آف پاپج مونٹ۔ روسے زمین پر درجہ اول کا ہر معاش ہے۔“

”وہ کچھ بھی ہو۔“ کرسچن نے جواب دیا ”بہر حال ہم دونوں کو اس کے جو حالات معلوم ہیں

ان کی بنا پر کوئی اس کی نسبت اچھی رائے قائم نہیں کر سکتا۔“

”مگر سٹرائٹن اس کا تو تمہیں یقین ہو گیا ہو گا۔ کہ میں نے اس سازش میں قصداً حصہ نہ لیا تھا۔۔۔“ ایلی نے کہنا شروع کیا۔

”مجھے معلوم ہے۔“ کرسچن نے جواب دیا ”تمہیں فقط ظاہری صورت سے دھوکا ہوا تھا

جس صورت میں ڈچس کا لباس ایک اور عورت کو پہنا دیا گیا۔۔۔“

”واقعی سخت دھوکا ہوا۔“ ایلی سٹن نے بیان کیا۔ ”مگر میں جانتی ہوں یہ دھوکا ڈیوک

آف مارج مونٹ نے مجھے عمدہ دیا تھا۔ اُف! ایسی شرمناک حرکت بہت کم کسی کے دیکھنے میں

آئی ہوگی۔“

”غالباً ڈچس نے تو تمہیں قصور وار سمجھ کر موقوف نہیں کر دیا؟“ کرسچن نے دریافت کیا۔

”بالکل نہیں۔ ڈچس آف مارج مونٹ تو ہمیشہ مجھے اچھا سلوک کرتی رہی ہیں اور محض

اس حسن سلوک ہی کی وجہ سے میں آج سے دو ہفتے پہلے تک ان کے ہاں ملازم تھی۔“ پھر تھوڑی

دیر چپ رہ کر اس نے ہلکی گہری آواز سے کہا۔ ”مگر سیاہ کار مارج مونٹ نے آخر میں مجھے بھی تباہ

اور برباد کر دیا۔“

کرسچن اسکی طرف حیرت سے دیکھنے لگا۔ ایک عورت کے منہ سے نکلے ہوئے ایسے الفاظ اس

کے سوا کیا ظاہر کر سکتے تھے۔ کہ معاملہ عصمت ریزی کی حد تک پہنچا ہے۔ بہر حال کرسچن کو امن و امان

پر جو حیرت ہوئی۔ وہ اور وجوہ پر مبنی تھی۔ وہ سن کر تھا۔ ایلی سٹن نیک و پاک عورت ہے

اور کوئی شخص ذرا بھی درست درازی کی جرأت کرے۔ تو سخت برا مانتی ہے۔ پھر یہ کبھی اس

کا خیال تھا۔ کہ ڈیوک نے اپنی بے قصور بیگم کے خلاف جو سازش کی۔ اس کی وجہ سے ایلی

سٹن کو اس سے سخت نفرت ہے۔ ان حالات میں یہ امر واقعی حیرت خیز تھا۔ کہ اس نفرت

نے محبت کی صورت کیسے اختیار کی؟ اور ایک ایسی مستقل مزاج عورت ڈیوک کے بہرے کاٹنے سے

کیونکر منزل عصمت سے گری؟

فقوڑا رک، کر وہ خود ہی سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہنے لگی ”سٹرائٹن نے غلط

فہمی کے لئے میں یہ بیان کر دینا ضروری سمجھتی ہوں۔ کہ میری تباہی میری خواہش یا ارادہ سے نہیں

ہوئی۔ ایسا ہوتا تو غیر ممکن تھا۔ کہ میں سب حالات تم سے بیان کرنے بیٹھتی۔ نہیں اس صورت

میں رسوائی کے خوف سے میں اپنی شرم کو چھپانے کی کوشش کرتی۔ شاید تم میرا مطلب نہیں سمجھو۔ دراصل ڈیوک نے مجھ پر شرمناک جفا کی ہے۔ جس کا میں ضرور عبرتناک انتقام لوں گی۔
اب کر سچن کی حیرت اور بڑھی۔ مگر وہ قصداً چپ رہا۔ کیونکہ ایک ایسے نازک معاملہ پر کسی طرح کے سوالات پوچھنے کی جرأت خارج از بحث تھی۔ پس وہ اس انتظار میں رہا۔ کہ ایسی سن سن جس قدر مناسب سمجھے خود ہی بیان کرے تو اچھا ہے۔

مختصری ویدک مکروہ پھر کہنے لگی۔ شاید ہمیں حیرت ہو گی کہ ایک عورت ایسے جیسا سو واقعات کی تفصیل ایک مرد سے کر رہی ہے۔ مگر میں اس خیال سے سربطالات بیان کرتی ہوں کہ ایک تو تم تاج موت کی سیاہ کاریوں سے بخوبی واقف ہو۔ دوسرے ہم وہ فوبے امادہ اس سازش میں حصہ لے چکے ہیں جس کے انکشاف سے تم نے ڈیوک کے ناپاک ارادوں کو الم شرح کیا تھا۔ علاوہ بریں میرے دلی رنج و الم میں اس خیال سے تخفیف ہوتی ہے کہ میں اپنا حال اس شخص سے کہہ رہی ہوں جو ایک تمناگر۔ اوماش کی سیرت سے اچھی طرح واقف اور جانتا ہے کہ وہ مطلب براری کے لئے کسی پرانتہائی جبر و ظلم کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب ہم لوگ اوک لینڈس سے بلگریڈسکو روانے مکان پر گئے۔ تو ڈیوک نے میری طرف بیجا حرکات شرمع کیں۔ میں نے اس جرأت پر مردہری ظاہر کی۔ دوسری بار اس نے رویہ کالایع دے کر پھر کوشش شرمع کی جس نے میری مردہری کو حقارت و نفرت میں بدل دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے کہا۔ میں کل ہی آپ کی ملازمت چھوڑ کر چلی جاؤنگی۔ اور سب حال بیگم صاحب سے کہہ دوں گی۔۔۔

ایسی سن سن ایک لمحہ کے لئے پھر رگ گئی۔ اس وقت غم و غصہ کی وجہ سے اس کا چہرہ سپید ہو رہا تھا۔

آخر کار پھر سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے اس نے محمور ساز کی طرف ایک اور نظر ڈال کر اتنی دبی ہوئی آواز میں جو بشکل سناٹی ویتی تھی۔ کہا۔ اس رات میں بے خبر سوئی تھی کہ معلوم ہوا کوئی تیز عرق زبردستی میرے منہ میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ میں فوراً ہی بے ہوش ہو گئی۔ فی الحقیقت میری بیداری اور یہ ہوشی کا درمیانی وقفہ محض ایک خواب پریشان کا درجہ رکھتا تھا۔ گو جب صبح کو بیدار ہوئی۔ اور یہ کہتے ہوئے ایسی نے لمحے شرم کے پھر چہرہ پر نقاب ڈال لی۔ تو ڈیوک میرے پاس تھا۔ میری تباہی عمل میں آچکی تھی۔۔۔

وہ نیکیاں لینے لگی جس سے اس کا آخری فقرہ نامکمل ہی رہ گیا۔

ڈیوک کی اس شدید سیاہ کاری کا حال سن کر کرچن حیران و ششدر رہ گیا بے شک وہ جانتا تھا۔ کہ ڈیوک آف ہارچ مونٹ ایک کورنٹس سیاہ باطن شخص ہے تاہم اس کا اُسے خیال تک نہ تھا۔ کہ اس کی جیسا اس عدالت تک پہنچ سکتی ہے۔ ایچی سن اب چہرہ پر نقاب ڈالے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ فرینا دس منٹ وہ اس طرح بے حرکت بیٹھی رہی۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے جملہ قوا و احساسات اس خوفناک ظلم کی یادیں لگے ہوئے ہیں۔ جو اس پر کیا گیا تھا۔ اور وہ سوچ رہی ہے۔ کہ موقعہ حاصل ہونے پر مجھے کس طرح ظالم سے عہرت ناک انتقام لینا چاہیے۔

”شاید تم پوچھو گے۔“ آخر کار اس نے کہا۔ ”یا کم از کم تمہیں اس خیال سے حیرت ہوگی کہ کیوں میں نے ڈیوک کے خلاف چارہ جوئی کر کے اسے سزا دلانے کی کوشش نہ کی؟ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ایسا کرتی تو اس سے ہزاروں زیادہ لذت و رسوائی خود میرے حصہ آتی ہیں جو محض اپنی نیک چاہی سے روزی کما تی ہوں۔ کہیں دو کوڑی کی ملازمت نہ کر سکتی۔ لیکن ہے کچھ لوگ مجھ سے ہمدردی کرتے۔ مگر ان میں سے ایک کو بھی مجھے ملازمت دینے کی جرأت نہ ہوتی۔ کوئی بچے اپنی نیک بی بی یا معصوم لڑکیوں کی صحبت میں رکھنا پسند نہ کرتا۔ علاوہ بریں ایک وجہ اور تھی۔ صبح میں نے ڈیوک کے ظلم و ستم کی شکایت کرتے ہوئے خلاف قانونی کارروائی کتنے کی دھمکی دی تو وہ کہنے لگا میں بڑی آسانی سے عدالت میں کہہ دوں گا۔ کہ تمہیک دراصل تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔ مگر بعد میں چونکہ میں نے تمہارے در سے بڑھے ہوئے مطالبات پورا کرنے سے انکار کیا۔ تو تم میرے خلاف ہو گئیں۔ اور اسی لئے چارہ جوئی پر آمادہ ہو گئیں۔ ڈیوک کی اس دھمکی نے جس کی اہمیت تھا ہر قسمی روشن کر دیا۔ کہ اس معاملہ میں عدالتی کارروائی سرگزشت کا رگر ثابت نہ ہوگی؟

پھر کیا اس واقعہ کے بعد بھی تم کچھ عرصہ ڈچس کی ملازمت میں رہیں؟ کرچن نے دریافت کیا۔

”ہاں“ اس نے جواب دیا۔ ”اور پھر چپ ہو گئی۔ نہ اس بارہ میں خود اس نے کوئی وجہ بیان کی۔ نہ کرچن نے مزید استغنا مناسب جانا۔

تھوڑی دیر سکوت رہا۔ آخر کرچن نے پوچھا۔ ”اب کیا رہس گیٹ جا رہی ہو؟“

”نہیں“ ایچی نے جواب دیا۔ ”میں ایک چھوٹے سے گاؤں کو جا رہی ہوں۔ جو ابیشفورڈ

کے اس جانب واقع ہے۔“

وہ پھر جیب چوگئی۔ اور کچن بھی خاموش رہا۔ اتنے میں کونے والا مسافر یعنی وہی شرابی جو سو رہا تھا جاگ گیا۔ معلوم ہوا سابق نشہ کم ہونے سے اب وہ پھر اس کے احاذی کی فکر میں ہے اس نے اندرونی جیب سے ایک بوتل نکالی۔ اور ڈاکھول کر پہلے سونگھا۔ پھر منہ سے لگا کر بڑا حصہ پی گیا۔ بعد ازاں بوتل کا منہ کوٹ کی سیل آستین سے پونچھتے ہوئے اس نے اسے ایسی کوشش کیا۔ مگر اس نے لغزت سے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ اس کے بعد اس نے کچن کو دعوت دی اور اس نے بھی سردہری سے اڑکار کر دیا۔

”چلو پھر تہارا حصہ بھی میں ہی پئے لیتا ہوں“ شرابی نے کہا۔ اور ایک بار پھر بوتل کو منہ سے لگا کر اس میں جتنی شراب تھی ختم کر دی۔

خالی بوتل دوبارہ جیب میں رکھتے ہوئے اس نے فلسفیانہ انداز سے کہا: ”اب بیشعور ڈچل کر ہی اسے پھر کرینگے۔“ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگا: ”آہ! پہلے خیال نہ آیا۔ ورنہ ریگیٹ میں پھر کر لیتے تو بہتر تھا۔ وہاں کی برانڈی شہر رسنے میں آئی ہے۔ خیر اب بیشعور ڈکے سیشن پر اسے دم سے بھریں گے۔ کیونکہ سننے ہیں اس جگہ کی دم خاص ہوتی ہے۔ علاوہ بریر، دم میرے مزاج کے موافق بھی ہے۔“ اسی سلسلہ میں اس نے کھڑکی سے باہر کی طرف دیکھتے ہوئے فصل کی عمدگی کا بھی ذکر کیا۔ گو یہ امر واقعی حیرت خیز تھا۔ کہ فصل کی حالت اسے نظر کیونکر آئی۔ کیونکہ ایک آنکھ تو بالکل بند تھی۔ اور دوسری اتو کی طرح کبھی کبھتی اور پھر بند ہو جاتی تھی۔ بہر حال اس مبصرانہ تقریر کے بعد وہ پھر اسی کہنے میں پچھے کو جھجک گیا۔ اور چند منٹ بعد دوبارہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔

قریباً آدھ گھنٹہ بعد ٹرین ہیڈ کارن کے سیشن پر رکی۔ یہی وہ مقام تھا۔ جہاں ایسی سٹن کو اترنا تھا۔ پس وہ کچن ایشن سے رخصت ہوئی۔ اور آگے چل کر بیشعور ڈکے سیشن پر شرابی مسافر کی آنکھ پھر کھلی۔ اور وہ بوتل پھر کرنے کے لئے ٹرین سے اُترا۔ واپس آیا تو بھری ہوئی بوتل ہاتھ میں تھی۔ اتنے ہی بوک کو منہ لگایا۔ مگر اب کی بار شراب نے سردور پیدا کرنے کی بجاء اسے آمادہ فنا کر دیا۔ کچن جیسے سہراں کہ آخر ہو گیا ہے۔ اور وہ کوٹ اُتار کر چمکی لیتے ہوئے کہے جاتا ہے: ”اب تو مجھے تمہاری مرمت کرنی ہی پڑے گی۔“ وہ اس فصد سے اذیتا بھی۔ مگر کچن نے اسے ڈسکیل کر پھر نہیں جوایا۔ اور کہا: ”بھلے آدمی کیوں چندیا کھجاتی

ہے۔ آرام سے بیٹھے رہو۔ اس پر شرابی مسافر کا غصہ اسی تیزی سے اتر گیا جس سے بھڑکا تھا۔ اتنے میں ٹرین کسٹر بھی کے سیٹین پر پہنچ گئی تھی۔ اور کرچن نے دیکھا کہ اس شخص کی بی بی اور تین جوان روکیاں اسے لینے سیٹین پر آئی ہوئی ہیں۔ مگر جیسے ہی انہوں نے اس کی حالت زار دیکھی سب نے فقط سنانی شروع کر دیں۔ اسی حالت میں یہ مجمع مسافروں کے ہجوم میں غائب ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد راسگٹ کا سیٹین آ گیا۔ اور چونکہ آنریبل ٹا بٹ سائیکا سواری کی منزل مقصود یہی تھی۔ اس لئے یہ لوگ اترے۔ اور بتی میں جا کر رائل ہوٹل میں سکونت اختیار کی۔

دسویں جلد ختم ہوئی

رینالڈس کے بعض اور مشہور ناولوں کے ترجمے
ان میں سے جو آپ کی نظر سے نہ گزرے ہوں طلب فرمائے

کتاب کا نام	انگریزی کتاب کا نام	مترجم	صفحات قیمت
فان لڈن (۲ حصے)	مسٹرنیٹ لڈن (سلسلہ اول)	منشی ترقیہ رام صاحب فیروز پوری	۲۳۴ ۵/۶
فان لڈن (۲ حصے)	مسٹرنیٹ لڈن (سلسلہ ثانی)	"	۲۶۶ ۵/۶
خونی تلوار	میسیک آف گلنگلو	"	۸۵۸ ۷/۶
باپ کا قاتل (۲ حصے)	پیری سائڈ	منشی شمیم الدین صاحب بہاؤی	۵۲۵ ۵/۶
شام جوانی (۲ حصے)	نیگ ٹچس	منشی ذببت رائے صاحب نگہبوی آجانی	۶۰۰ ۱۵/۶
شام غربت	پوپ جان	میر کریم اللہ صاحب سرسری	۴۳۹ ۷/۶
فسانہ الدین ویلی	بلی یا سار آف منگیو	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۶ ۷/۶
عزت فرنگ	بروز سیٹچو	منشی رام نرائن صاحب	۶۲۴ ۷/۶
اسرار (۲ حصے)	نیکو و مینسٹر	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴ ۱۲/۶
ویگز ویڈا	ویگز دی دہرولف	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۳۴ ۷/۶
پادشاه علی (۲ حصے)	کینتھ	مولوی صدیق حسن صاحب	۱۱۰۰ ۱۲/۶
اسرار حرم	لڈان دی حرم	منشی احمد الدین صاحب بی۔ اے۔ مخرم	۶۱۰ ۷/۶

لال برادر س۔ پارسنرز روڈ نوٹھیا لاہور

خونی تلوار

رینالڈس کے بینظیر تاریخی ناول میسگر آف گلنگڈ کا اردو ترجمہ

منشی تریقہ نام صاحب فیروز پوری کے قلم سے

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ اب پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی ساخہ پر حاوی ہے جیسا سلسلہ میں اورت سر میں پیش آیا تھا۔ ایسے ہونکے واقعہ پر رینالڈس کی تحریر پوچھے نہیں اس میں کسی کچھ دھمپیاں مرکوز ہیں۔

گلنگڈ کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اتنا خوفناک کہ مورخ اب تک اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگارسی اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھا جاوے۔

حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر۔ آزادی کی حماست میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان مکمل ۸۵ صفحہ قیمت نو روپیہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول ہری سائیڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب پٹواری کے قلم سے

کیا یہ بتانیسکی حاجت ہو کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضموک کا منظر نہیں ہے؟

باپ اپنے چہلے بچہ کو زنا پر مجبور کیا اور اس کے نرم چہلے اور گھٹے ہوئے بالوں پر ماتہ پھیرنا ہے۔ یہاں تک کہ محبت میں وہ اپنی قابل فخر انسانی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے۔ اور صرف یہ امید اس کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ میں اپنے بچہ کے لئے وافردت لکھا سکوں۔ اسی فکر میں ہاسکی ساری زندگی بسر ہوتی ہے مابھی ہی بچہ جو ان ہو کر باپ کے قتل کے۔۔۔ یہی ننھے ننھے ماتہ لے قوی ہو جائیں گے اس پر محبت دل میں خنجر بھونک دیں۔ جو ہر وقت اسی کے لئے فکر مند اور مضطرب رہتا تھا۔ بٹے کیا فطرت انسانی اس درجہ قابل فخر نہیں ہو سکتی ہے!

نہایت زوردار۔ بڑا ہمدرد۔ غایت درجہ سبق آموز۔ مکمل ۶ جلدیں ۲۵۰ صفحہ قیمت نو روپیہ

لال برادر س، سپار سنز روڈ نو لکھا لاہور

ہمارے مطبوعات کی مختصر فہرست

وہ ناول جو ہم نے اپنی کتاب ماہوار سلسلہ میں شائع کئے ہیں

اصل	مترجم	صفحات	قیمت
فنانہ لندن (۱ حصہ)	سٹریٹ لندن (سلسلہ اول)	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۲۳۴۸
" (۲ حصہ)	" (سلسلہ ثانی)	"	۲۶۶۴
باپ کا قاتل (۱ حصہ)	پیری سارڈ	منشی شمیم الدین صاحب بہاری	۵۲۵
خونی تلوار	مبیک آف گلنگڈ	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۸۵۸

مارس لمبلانک

انقلاب یوہپ	۸۱۳	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۵۱۰
شریعت پیمائش (۲ حصہ)	گفتشتر آف آسین لوپن	"	۱۶۰
چلتا پرزہ	" آفری حصہ	"	۵۶
خونی ہیرا (۲ حصہ)	ایریٹ آف آسین لوپن	"	۱۶۱

ایڈ گمر چین اور مارس لمبلانک

نقلی خواب	آسین لوپن	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۲۳۴۸
منزلت محمود	ہشڈاپ	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۲۵۰

الگریڈ روڈو ماس

وطن پرست	ریجنس ٹاؤر	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۳۴۰
روح کا فراج	ٹبریٹ آف سولز	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۶۴
افسانہ جنگال	...	منشی تیرتہ رام صاحب فیروز پوری	۱۳۵

کانٹوں کا تاج	کٹ	۳۵
---------------	----	----

لال برادرین، سپارٹرز روڈ ٹونکھا لاپور

